www.Paksociety.com
ماہ نامہ
ہمدرد نونہال
اپریل ۲۰۱۲ء
پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام
www.paksociety.com
www.Paksociety.

یادگار: شہید پاکستان حکیم محمد سعید

اشاعت کا ۶۰ واں سال

ماہ نامہ
ہمدرد نونہال
کراچی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیر اعلا
مسعود احمد برکاتی

شمارہ ۴ — جلد ۶۰

اپریل ۲۰۱۲ عیسوی — جمادی الاول ۱۴۳۳ ہجری

قیمت عام شمارہ ۳۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے) ۴۴۰ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے) ۳۲۰ رُپے

سالانہ ([illegible]) ۳۰۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے) ۴۵ امریکی ڈالر

ٹیلے فون — 36620945 سے 36620949

ایکسٹینشن — (066 یا 052 یا 054)

ٹیلے فیکس نمبر — (92-021) 36611755

ای میل — hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارہ سعید — www.hakimsaid.info

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ۷۴۶۰۰

ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف
بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابل قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی اور ہمدرد فاؤنڈیشن نے عظیم نونہالان پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

سعدیہ راشد پبلشر نے اس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر
ادارہ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر	سیدہ نبیرہ مسعود، کراچی

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد

شہید حکیم محمد سعید

کی یاد رہنے والی باتیں

جاگو جگاؤ

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کی چیز کا خیال نہیں کرتے۔ چاہے اپنا فائدہ ہو نہ ہو، وہ کسی چیز کو بغیر کسی مقصد کے توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔ بعض بچے (اور بڑے بھی) کسی باغ یا پارک میں جاتے ہیں تو پودوں اور پھولوں کو نوچ کر پھینک دیتے ہیں۔ کسی کی دیوار پر کچھ لکھ دیتے ہیں۔ کسی کی کھڑکی پر پتھر مار کر شیشہ توڑ دیتے ہیں۔ کسی سائیکل یا موٹر کی ہوا نکال دیتے ہیں۔ کسی گھر کی گھنٹی بجا کر بھاگ جاتے ہیں۔ سڑک پر کیلے کے چھلکے ڈال دیتے ہیں اور جب کوئی راہ گیر ان کی وجہ سے پھسل کر گر پڑتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟ مجھے یقین ہے تم کہو گے کہ ایسے لوگ اچھے نہیں ہوتے۔ صحیح ہے۔ ایسے لوگ چاہے اچھے ہوتے ہوں، یعنی ان میں دوسری خوبیاں ہوتی ہوں، لیکن ان کی یہ عادت یقیناً خراب ہے۔

انسان کسی کو فائدہ نہ پہنچا سکے تو نقصان بھی نہ پہنچائے۔ اول تو ہر آدمی کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ وہ دوسروں کے فائدے کے لیے بھی کوئی نہ کوئی کام ضرور کرے۔ جس طرح وہ اپنی بھلائی کے لیے ہر وقت سوچتا اور عمل کرتا ہے اسی طرح اپنے بھائیوں، دوستوں، ساتھیوں، پڑوسیوں، بزرگوں کے لیے تھوڑی بہت ضرور کوشش کرے۔

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اچھا انسان اچھے کام کرتا ہے، اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی۔

(مارچ ۱۹۸۶ء سے لیا گیا)

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

اس مہینے کا خیال

خدمت کرو گے تو عظمت ملے گی۔

ساٹھویں سال کا چوتھا ہمدرد نونہال شکر گزاری اور خوشیوں کے ساتھ نونہالوں کی خدمت میں پیش ہے۔

اس شمارے میں مزے دار اور خوب صورت کہانیوں کے ساتھ ساتھ اچھی اچھی معلوماتی تحریریں بھی خاص طور پر رکھی گئی ہیں۔ جن نونہالوں کو کوئی کہانی یا کوئی مضمون پسند نہ آئے وہ کسی تامل کے بغیر لکھ دیا کریں۔ ہم ان سے فائدے اُٹھاتے ہیں۔

۲۱- اپریل ۱۹۳۸ کو اردو کے عظیم شاعر اور مسلمانوں کے رہنما علامہ ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال نے وفات پائی تھی، اس لیے اپریل میں علامہ اقبال کی یاد خاص طور پر آتی ہے۔ ویسے میرا خیال یہ ہے کہ باکمال لوگوں اور قوم کے محسنوں کو ان کی وفات کی تاریخ پر ہی نہیں، بلکہ ہمیشہ یاد رکھنا، ان کی خدمات کی قدر کرنا اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ ہمارے نونہالوں میں بڑی ذہانت اور صلاحیت ہے۔ وہ کوشش کریں تو ان میں سے بہت سے جناح، اقبال اور سعید پیدا ہو سکتے ہیں اور ان شاءاللہ ہوں گے۔

جون خاص نمبر کا مہینا ہے، کیوں کہ کئی سال سے خاص نمبر جون میں شائع ہو رہا ہے۔ ہم نے اس کی تیاری شروع کر دی ہے۔ چند اچھی کہانیاں آنی شروع ہو گئی ہیں۔ نونہال تاخیر کیے بغیر ہمیں اپنے مشوروں سے نوازیں۔

چند اور باتیں، جو نونہال بک کلب کے ممبر بننا چاہتے ہیں وہ الگ صاف کاغذ پر بھی اپنا پتا صاف اور مکمل لکھا کریں۔

بعض نونہال اپنی تحریر یا اپنے خط میں نام کے ساتھ جگہ، شہر، گاؤں، قصبے کا نام پتا ضرور ضرور لکھا کریں۔ شکریہ۔

خدا حافظ

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

روشن خیالات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کی ایمان داری اور سچائی دینِ اسلام کا حصہ ہے۔ مرسلہ : **واجد نگینوی، ملیر، کراچی**

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ

کبھی بھی اپنی جسمانی طاقت اور دولت پر بھروسا نہ کرنا، کیوں کہ بیماری اور غربت آنے میں دیر نہیں لگتی۔ مرسلہ: **محمد شاہد کھتری، نیو کراچی**

حضرت امام غزالیؒ

گفتگو میں نرمی اختیار کرو، کیوں کہ لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔

مرسلہ: **محمد شیخ حسن جاوید، کورنگی، کراچی**

مولانا محمد علی جوہر

علم ایک ایسا بادل ہے، جس سے رحمت ہی رحمت برستی ہے۔ مرسلہ: **روبینہ ناز، کراچی**

علامہ محمد اقبال

جب شاعر کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں تو دنیا کی بند ہوتی ہیں اور جب شاعر کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتی ہیں تو دنیا کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

مرسلہ: **عائشہ قیصر، کراچی**

شہید حکیم محمد سعید

محنت کرنے والا کبھی پریشان نہیں ہوتا اور سست آدمی کبھی خوش نہیں رہتا۔

مرسلہ: **صنوبر محمد علی، لیاری کراچی**

فیثا غورث

جو شخص تمھیں تمھارے عیبوں سے آگاہ کرے، وہ اس سے بہتر ہے، جو جھوٹی تعریف کر کے تمھیں تکبر میں مبتلا کر دے۔

مرسلہ: **کنول عبدالستار ٹالپر، ٹنڈو جان محمد**

افلاطون

ذہنی صلاحیتیں آرام سے نہیں، استعمال سے اُبھرتی ہیں۔ مرسلہ: **شہلا اشرف، جھنگ**

ارسطو

لگن کے بغیر کسی میں بھی عظیم ذہانت پیدا نہیں ہو سکتی۔

مرسلہ: **وجیہ اقبال، کراچی**

راجر بیکن

علم سے انسان کی وحشت اور دیوانگی دور ہوتی ہے۔ مرسلہ : **ثریا احسان، بدین**

نغمۂ اُلفت

تنویر پھول

جذبۂ اُلفت دل میں جگائیں
پیار کی باتیں سب کو بتائیں
بغض و کدورت دور بھگائیں
بھائی بھائی ہم بن جائیں

نغمۂ اُلفت مل کر گائیں

دور کریں ہر دل سے نفرت
دل میں اُگائیں نخلِ اخوت
پاک وطن اللہ کی نعمت
ہم سب اس کو خوب سجائیں

نغمۂ اُلفت مل کر گائیں

شمع محبت دل میں جلا کر
پھول کی باتیں سب کو بتا کر
امن و سکون کے نغمے گا کر
باغِ بہشت دنیا کو بنائیں

نغمۂ اُلفت مل کر گائیں

علامہ اقبال کی یاد میں

سیدہ طاہرہ

مصورِ پاکستان علامہ اقبال ایک عظیم شاعر ہی نہیں مسلمانوں کے سچے ہمدرد بھی تھے۔ بچپن ہی سے ان کے والدین نے ان کی تربیت اس طرح کی تھی کہ وہ سچے مسلمان، ذہین طالب علم اور کامیاب آدمی بن گئے۔ یہاں ہم علامہ اقبال کی زندگی، معمولات اور عادتوں کے بارے میں چند باتیں لکھتے ہیں۔

علامہ اقبال وقت کے بہت پابند تھے۔ ہر کام وقت پر اور مستقل مزاجی سے کرتے۔ صبح کو تہجد کے وقت اُٹھ کر باقاعدگی کے ساتھ تہجد کی نماز ادا کرتے۔ کچھ دیر کے لیے آرام فرماتے اور پھر فجر کی نماز کے لیے جاگ جاتے۔ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرتے۔

جس دن عدالت میں کوئی پیشی ہوتی تو گھر سے ایسے وقت پر نکلتے کہ وقت پر عدالت پہنچ سکیں۔ علامہ اقبال کو وکالت سے زیادہ دل چسپی نہیں تھی۔ ان کا زیادہ تر وقت مطالعہ، غوروفکر اور شاعری میں صرف ہوتا تھا۔ وہ یہ خیال رکھتے تھے کہ وکالت کا کام زیادہ نہ بڑھے اور اگر مہینے کے ابتدائی دنوں میں ہی چار پانچ سو روپے کے مقدمے مل جاتے تو باقی مہینہ کوئی مقدمہ نہیں لیتے۔ ان کا خیال تھا کہ پانچ سو روپے ایک مہینے کے خرچ کے لیے کافی ہیں۔ اگر وہ چاہتے تو اس سے زیادہ بہت کما سکتے تھے، لیکن وکالت میں زیادہ وقت دینے کے بعد ان کو برصغیر کے مسلمانوں کو جگانے اور ان کی رہنمائی کے لیے وقت نہیں مل سکتا تھا، اس لیے وہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔

عدالت سے آنے کے بعد علامہ اقبال اپنا لباس پہن لیتے، عام طور پر وہ بنیان اور تہبند پہنا کرتے تھے اور اسی لباس میں کھری چارپائی پر لیٹ کر حقا پیا کرتے تھے۔ دن

میں صرف ایک بار دوپہر کو کھانا کھایا کرتے تھے اور کبھی کبھار دن میں سو بھی لیا کرتے تھے۔ کھانوں میں علامہ اقبال کو پلاؤ، ماش کی دال، قیمہ بھرے کریلے اور چاولوں کا خشکا پسند تھے، لیکن سری پائے اور ٹھنڈے اچھے نہیں لگتے تھے۔

شام کو علامہ صاحب کبھی کبھار چہل قدمی کرلیا کرتے تھے۔ جوانی میں ورزش بھی کیا کرتے تھے، اس لیے اکھاڑے میں کشتی بڑے شوق سے دیکھتے تھے۔ رات کو علامہ اقبال کے دوست آجاتے تھے اور پھر شعروشاعری اور حالات حاضرہ پر گفتگو شروع ہو جاتی۔ عام طور پر اس گفتگو میں رات کے بارہ بج جاتے۔

علامہ اقبال چوں کہ ایک ذہین طالب علم تھے، اس لیے انھوں نے پانچویں جماعت کے امتحان میں وظیفہ حاصل کیا اور اس کے بعد مڈل اور انٹر میں بھی وظیفہ لیا۔ ایک مرتبہ وہ اپنی کلاس میں دیر سے پہنچے تو ان کے ایک استاد نے ان سے پوچھا:

''اقبال! دیر سے کیوں آئے؟''

اقبال نے بڑے احترام سے جواب دیا: ''اقبال (یعنی خوش نصیبی) ہمیشہ دیر سے ہی آتا ہے۔''

اقبال کو بچپن ہی سے کتابوں سے محبت تھی اور علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ ان کو کبوتر بھی بہت پسند تھے۔ وہ مدرسے سے آنے کے بعد اکثر کبوتر بازی کیا کرتے تھے، لیکن تعلیم سے جی نہیں چراتے تھے۔

علامہ اقبال کے ایک بہت ہی اچھے اور قابل استاد تھے۔ ان کا نام مولوی سید میر حسن تھا۔ انھوں نے اقبال کو اپنے بچوں کی طرح پالا تھا۔ ایک مرتبہ اقبال کی توجہ پڑھنے کے دوران کتاب سے ہٹ کر آسمان پر اُڑتے ہوئے کبوتروں کی طرف گئی تو ان کے استاد نے کہا: ''علم کتابوں میں تلاش کرو۔ کبوتروں کی پرواز تمھیں صرف عملی جدوجہد کی

تحریک دے سکتی ہے۔''

اقبال اپنے استاد کا بہت ادب کرتے تھے، ایک دفعہ وہ اپنے استاد کے گھر کا سودا سلف بازار سے لائے تو مولوی میر حسن صاحب نے دیکھ لیا اور کہا:

''تم سے کتنی دفعہ کہا ہے کہ تم بازار سے سودا سلف نہ لایا کرو۔ تم میرے شاگرد ہو، ملازم نہیں۔''

اقبال نے مسکرا کر جواب دیا: ''میں آپ کا شاگرد ملازم ہوں۔''

ایک بار علامہ اقبال نے اپنے ایک دوست کے ساتھ میلا دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ دونوں نے اپنے اپنے گھروں سے پیسے لیے، تاکہ میلے میں کچھ کھا پی سکیں اور میلے کی طرف چل دیے۔ راستے میں اقبال کو ایک فقیر نظر آیا، جو بھیک مانگ رہا تھا۔ اقبال نے کوئی پروا کیے بغیر تمام پیسے اس فقیر کو دے دیے اور خالی ہاتھ گھوم پھر کر واپس آ گئے۔

اسی طرح ایک بار علامہ اقبال کے گھر میں چور گھس آیا۔ اتفاق سے گھر والوں نے اسے پکڑ لیا اور پیٹنا شروع کر دیا۔ اتنے میں علامہ اقبال آئے۔ انھوں نے چور کو پیٹنے سے منع کیا، اسے کھانا کھلایا اور رخصت کر دیا۔

علامہ اقبال کے ایک سعادت مند بیٹے بھی ہیں، جن سے علامہ اقبال کو بہت محبت تھی۔ نام ہے ان کا جاوید اقبال۔ اب تو جاوید اقبال صاحب خود بھی ایک بڑے قانون داں ہیں اور عدالت عالیہ پنجاب کے چیف جسٹس رہ چکے ہیں۔ علامہ اقبال نے ان کو ایک نصیحت کی تھی۔ علامہ اقبال کی یہ نصیحت سونے کے حروف سے لکھنے کے قابل ہے آپ بھی پڑھیے:

''دنیا میں خاموشی اور شرافت کے ساتھ زندگی گزارو۔ اپنے رشتے داروں کے ساتھ خوش گوار تعلقات رکھو۔ ان کا احترام کرو۔ اپنے عقائد درست رکھو۔ وہ شخص بڑا بد بخت ہے، جو دنیاوی فائدے کے لیے اپنے دینی عقائد کو قربان کر دیتا ہے۔'' ☆

وقت

کرشن پرویز، انڈیا

بات یہ بچو! بھول نہ جاؤ

وقت پہ کھیلو، وقت پہ کھاؤ

وقت گیا پھر ہاتھ نہ آئے

وقت جو کھوئے وہ پچھتائے

وقت کو جو ہے یونہی گنواتا

وہ پھر در در دھکے کھاتا

وقت کی جو ہے عزت کرتا

وقت بھی اس کی جھولی بھرتا

بات یہ اک پرویز کی مانو

وقت کی قیمت کو پہچانو

کھانے کے آداب

الطاف حسین

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حلال رزق کھانے اور حرام نہ کھانے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں انسان کے لیے حلال کر دی ہیں' وہ اس کی جسمانی اور روحانی صحت کے لیے فائدہ مند ہیں اور جو چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں' ان کے استعمال سے انسان کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو کھانا کھانے کا بہترین طریقہ سکھایا ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کھانا سامنے رکھا جائے تو اپنے جوتے اُتار دو۔ اس سے تمھارے پاؤں کو آرام مل جائے گا۔''

کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ اچھی طرح دھولیں۔ کھانا زمین پر دسترخوان بچھا کر اور بیٹھ کر کھانا چاہیے۔ یہ خالص اسلامی طریقہ ہے۔ اگر دسترخوان پر سب کے لیے علاحدہ علاحدہ پلیٹیں رکھی ہوں تو صبر وتحمل کے ساتھ ہر شخص اپنی باری کا انتظار کرے اور جب کھانے کا بڑا برتن سامنے آئے تو جتنا آسانی سے کھا سکتا ہو، اتنا ہی کھانا اپنی پلیٹ میں ڈالے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے، وہ شیطان کے دوست ہوتے ہیں۔''

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم کھانا کھاؤ تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اسی طرح پانی بھی دائیں ہاتھ سے ہی پیو،

کیوں کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔''

کھانا کھاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے لقمے لیں اور اچھی طرح چبا کر کھائیں، تاکہ معدہ اسے آسانی سے ہضم کر سکے۔ جو لوگ جلدی جلدی کھانا کھانے کے عادی ہوتے ہیں، ان کے معدے میں کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کھانا بیٹھ کر کھائیں۔ تکیے وغیرہ سے ٹیک لگا کر کھانا تکبر کی علامت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر یا کسی کی دعوت میں کبھی تکیے یا دیوار سے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا۔

کھانا الگ الگ پلیٹوں میں کھایا جا سکتا ہے، لیکن ایک ہی پلیٹ یا تھالی میں مل جل کر کھانے سے برکت ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کھانا کھانے کے دوران اگر تمھارے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے صاف کر کے کھا لو، اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑو۔''

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص دسترخوان پر گری ہوئی چیز اُٹھا کر کھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محتاجی دور فرما دیتا ہے۔''

پانی ہمیشہ دائیں ہاتھ میں گلاس لے کر تین سانسوں میں بیٹھ کر پییں۔ گلاس میں سانس نہ لیں اور پھونک بھی نہ ماریں۔ پانی پینے کا یہ اسلامی اور مفید طریقہ ہے۔ اس طرح پانی پینا جسم کو اچھی طرح سیراب کرتا ہے اور امراض وتکالیف سے بچاتا ہے۔

کھانا کبھی پیٹ بھر کر نہ کھائیں۔ تھوڑی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیں۔ کچھ بھوک رکھ کر کھانے سے آپ کا معدہ اپنا کام (ہضم) اچھی طرح کرے گا، جس سے آپ کئی قسم کی بیماریوں سے بھی محفوظ رہیں گے۔

کھانا کھانے کے بعد پہلے ہاتھ دھوئیں، پھر اچھی طرح کلی کریں تاکہ منہ اندر سے

صاف ہو جائے۔ کھانے کے اس عمل سے اللہ تعالیٰ انسان کے رزق میں برکت عطا فرماتا ہے۔

کھانے کے متعلق یہ باتیں بھی ذہن نشین کر لیں۔

زیادہ گرم کھانا نہ کھائیں، یہ منھ، گلے، غذا کی نالی اور معدے کے لیے نقصان دہ ہے۔ حضرت اسماؓ بنت ابو بکر صدیقؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب گرم کھانا لایا جاتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس وقت تک ڈھانپ کر رکھتے، جب تک وہ کچھ ٹھنڈا نہ ہو جاتا۔

کھانے میں کبھی عیب نہ نکالیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ دل چاہا تو کھا لیا، ورنہ چھوڑ دیا۔ کھانے پینے کی چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی پھونک ماری، نہ کبھی سونگھا اور نہ کبھی بُرا جانا۔

کھانا کھانے کے دوران فضول باتیں نہ کریں۔ صبح کا ناشتا کبھی نہ چھوڑیں، کیوں کہ اس طرح ایک تو انسان کے جسم میں کم زوری پیدا ہوتی ہے اور دوسرے دماغ پر بھی اثر پڑتا ہے۔ رات کا کھانا نہ کھانے سے انسان جلدی بوڑھا ہو جاتا ہے۔

کھانے میں فضول خرچی (زیادہ اہتمام) اچھی بات نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فضول خرچی سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم شوربے والا سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دو اور اس میں سے اپنے پڑوسیوں کو بھی سالن دو۔''

☆☆☆

توتے کی خاموشی

ڈاکٹر عمران مشتاق، یو۔ کے

یہ قصہ پُرانے زمانے کا ہے۔ زاہد کو اللہ نے صلاحیت دی تھی کہ وہ کئی جانوروں اور پرندوں کی آوازیں سمجھ لیتا تھا۔ وہ پرندوں خصوصاً مینا اور توتے کو انسانی زبان بولنے کی تربیت دیتا تھا۔ اس سلسلے میں اُس کے پاس امیر کبیر لوگ اپنے پرندوں کے ساتھ آتے اور اُس کے فن کی تعریف کرتے تھے۔

ایک دِن شہر کا ایک بڑا رئیس زاہد کے پاس آیا۔ اُس نے کسی سے بولنے والا توتا منگوایا تھا۔ رئیس کے گھر آتے ہی توتے نے بولنا بند کر دیا۔ رئیس نے اُسے بولتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، اس لیے اُسے یہ شک بھی تھا کہ کہیں اُس کے ساتھ دھوکا تو نہیں ہو گیا۔ توتا بیچنے والا شہر سے جا چکا تھا اور اب اُس کے واپس آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

رئیس اب یہ چاہتا تھا کہ زاہد اُس کے توتے کو بولنا سکھا دے۔ اُس نے زاہد سے کہا: ''مجھے نہیں معلوم کہ اس توتے کو بولنا آتا ہے یا نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے بولنے کی تربیت دو۔ میں تمھیں تمھاری مرضی کا انعام دوں گا۔''

زاہد نے توتے کی تربیت کی ہامی بھر لی۔ اُسی دن سے وہ توتے کی تربیت میں مصروف ہو گیا۔ اُس نے اپنی ساری مہارت صرف کر دی، مگر توتا نہیں بولا۔ زاہد کو تو اب شک ہونے لگا تھا کہ کہیں توتا ''بہرا'' تو نہیں۔

کئی دن گزر گئے اور زاہد کو کام یابی نہ ہوئی۔ ایسا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ایک دن اُسے ایک زبردست ترکیب سوجھی۔

وہ زور زور سے بولنے لگا: ''مجھے اس توتے کا اب کوئی انتظام کرنا ہی پڑے گا۔ ایسے تو نہیں چلے گا۔'' اُس نے کن اکھیوں سے دیکھا کہ اُس کی بات سن کر توتا اپنے

پنجرے میں بے چین سا ہو گیا تھا۔ اُسے یہ دیکھ کر اطمینان نصیب ہوا کہ توتا بہرا نہیں ہے۔

اُسی شام زاہد واپس آیا تو اُس کے ہاتھ میں ایک لمبی سی چھری تھی۔ وہ ایک کالے پتھر پہ چھری کو رگڑنے لگا اور ساتھ ہی ساتھ بڑبڑانے لگا: ''بس چھری تیز ہو جائے تو پھر اس نہ بولنے والے توتے کو ذبح کرتا ہوں۔''

تھوڑی دیر تک کمرے میں چھری کے پتھر پہ رگڑنے کی آواز گونجتی رہی۔ توتے نے پنجرے میں اُڑنے کی کوشش کی اور یوں اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔

زاہد مزے سے اپنے کام میں مصروف بولتا رہا: ''آج تک میں نے توتے کا گوشت کھایا نہیں، یقیناً مزے کا ہوگا۔''

کمرے میں ایک آواز گونجی: ''ہرگز مزے کا نہیں ہوتا۔''

زاہد نے چھری کی دھار پہ اُنگلی پھیری اور بولا: ''اب آئے گا مزہ۔ جب یہ توتا ہمارے کسی کام کا نہیں تو پھر اسے کھا لینا ہی بہتر ہے۔''

''یہ توتا بڑے کام کا ہے۔ اِسے کھانے کا سوچنا بھی نہیں چاہیے۔'' یہ توتے کی آواز تھی۔

زاہد چونکا، لیکن اس نے توتے کی جانب توجہ دیے بغیر کہا: ''جو توتا رئیس کے سامنے میری سبکی کا باعث ہو، اُسے جینے کا کوئی حق نہیں۔ میں توتے کا گوشت بھون کر خود بھی کھاؤں گا اور تھوڑا سا رئیس کے لیے بھی رکھ لوں گا۔''

توتا اپنے پنجرے میں زور سے چلایا: ''توتا کھانا حرام ہے اور رئیس کو تو میں اپنے پَر بھی کھانے نہ دوں۔''

زاہد توتے کے پنجرے کے قریب آیا اور پوچھا: ''کیا مطلب؟''

توتے نے بُرا سا منہ بنایا اور بولا: ''زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں۔ تم خود جانتے

ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ تم مسلمان ہو اور توتے کا گوشت کھانا تمھارے لیے حرام ہے۔''

زاہد نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا: ''ویسے تو تمھیں بہت ساری باتوں کا پتا ہے، پھر بے چارے رئیس کو کیوں تنگ کرتے ہو؟''

توتے نے جواب دیا: ''میں تو بہت کچھ جانتا ہوں، لیکن تم رئیس کے بارے میں نہیں جانتے۔''

زاہد نے کہا: ''میں سمجھا نہیں؟''

''میں بتاتا ہوں۔'' توتا آہستہ آہستہ زید کو کچھ بتانے لگا۔

زاہد نے رئیس کو بلایا اور بڑے فخر سے بتایا: ''میں نے توتے کو بولنا سکھا دیا ہے۔ وہ اب خوب بولے گا اور آپ کا دل بھی بہلائے گا، لیکن ایک مسئلہ ہے؟''

رئیس بے چین ہو کر بولا: ''مسئلہ! کیسا مسئلہ؟''

زاہد پہلے تو ہچکچایا، پھر کہنے لگا: ''یہ تو تا بڑا حساس ہے۔ اگر اس کے سامنے گالی دی جائے یا بُری زبان استعمال کی جائے تو پھر یہ اپنے کان بند کر لیتا ہے اور کسی سے بات نہیں کرتا۔ میں نے اسے آزما کر دیکھا ہے۔''

رئیس تو یہ سن کر چپ کا چپ ہی رہ گیا۔ وہ بڑے لوگوں میں سے تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کو بے حد حقیر سمجھتا اور بات بات پہ انھیں گالی دیتا تھا۔
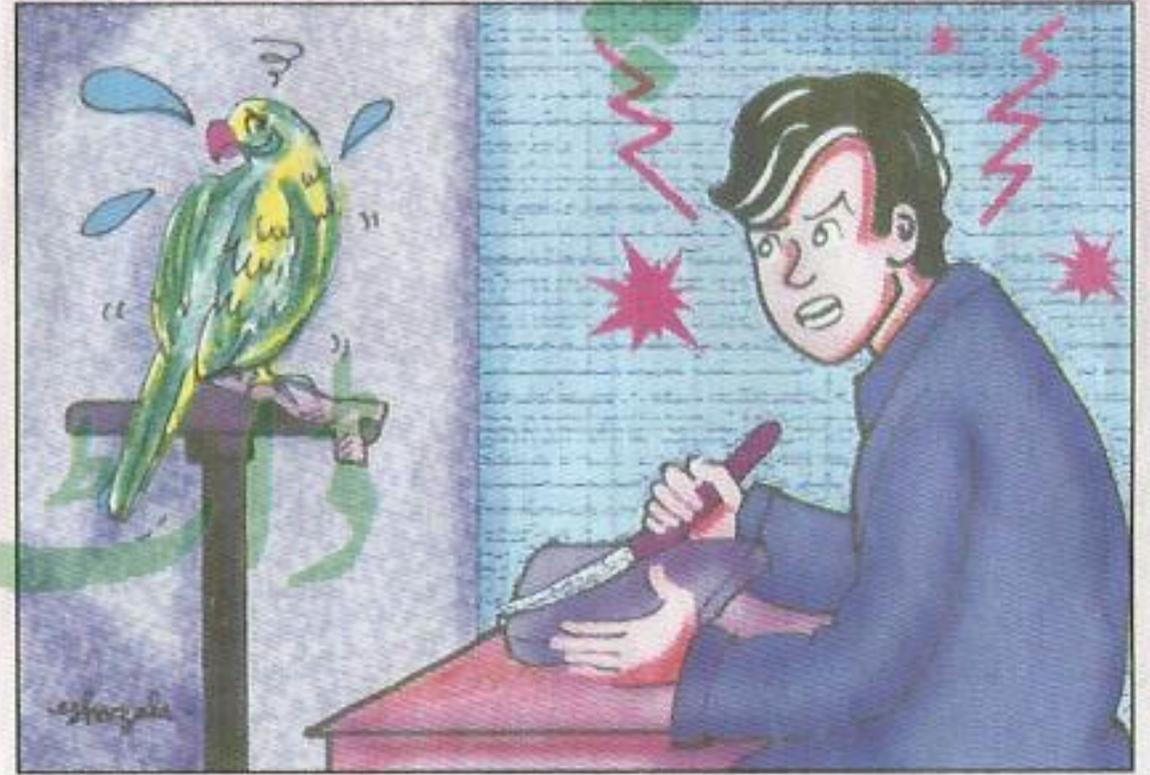
زاہد نے لوہا گرم دیکھ کر فوراً چوٹ لگائی: ''تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟ ویسے آپ کو تو پریشان ہونے کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ تو سلجھے ہوئے اور مہربان طبیعت کے شخص لگتے ہیں۔''

زاہد کی بات سن کر رئیس دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا۔ اپنی شرمندگی کو چھپاتے ہوئے بولا: ''یہ تو تا میرے لیے بہت قیمتی ہے۔ میں اسے کبھی تکلیف نہیں ہونے

دوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس کے سامنے مجھ سمیت کوئی دوسرا بھی بُری بات نہ کرے۔''

رئیس نے زاہد کو اس کی توقع سے بڑھ کر انعام دیا اور اپنا تو تا لے کر رخصت ہو گیا۔

تو تے نے زاہد کو بتایا تھا کہ جب رئیس کو بُری زبان بولتے ہوئے دیکھا تو میں نے ''گونگا'' بن جانا ہی مناسب سمجھا۔ تو تے نے زاہد کو مشورہ دیا تھا کہ رئیس کو اصل بات نہ بتائی جائے، بلکہ یہ کہا جائے کہ تو تے کو یہیں پر بولنا سکھایا گیا ہے، تا کہ زاہد اپنے انعام سے محروم نہ رہ جائے۔ دوسری طرف تو تے نے بڑی چالاکی سے اپنا مستقبل بھی محفوظ کر لیا تھا اور رئیس کو یہ سبق بھی دے دیا تھا کہ بُری بات کہنے اور گالی بکنے والے کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ اُسے اپنی زبان پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ ☆

قربانی کا گدھا

م۔ص۔ایمن

جاوید اپنی بیوی اور بیٹے جنید کے ساتھ مویشی منڈی میں بکرا خریدنے آیا تھا۔ منڈی میں مختلف قسم کے بکرے، دنبے، گائے، بیل، اونٹ وغیرہ دکھائی دے رہے تھے۔ خریداروں کا بھی ہجوم تھا۔ ایک طرف کوئی شخص گدھا بیچ رہا تھا۔ منڈی میں آنے والے لوگ اسے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

جاوید اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ مرکزی دروازے سے داخل ہوا۔ اچانک جنید کی نظر ایک گدھے پر پڑی تو باپ کو متوجہ کر کے پوچھا: ''ابو! کیا گدھے کی بھی قربانی ہوتی ہے؟''

جاوید نے سمجھایا: ''نہیں بیٹا! گدھے کی قربانی نہیں ہوتی۔''

جنید نے حیرت سے بولا: ''پھر یہ آدمی گدھا کیوں لے کر آیا ہے؟''

جاوید گدھے والے سے بولا: ''قربانی کے دنوں میں تم یہ گدھا کیوں لائے ہو؟''

اس شخص نے جواب نہیں دیا۔ شاید بہت سارے لوگوں کو جواب دے دے کر تھک چکا تھا۔

جاوید اپنی بیوی سے بولا: ''عجیب بے وقوف شخص ہے، جو قربانی کے ان دنوں میں فروخت کے لیے گائے، بکرے کی بجائے گدھا لے آیا ہے۔''

بیوی نے کہا: ''اس سے زیادہ بے وقوف وہ ہوگا، جو قربانی کے لیے یہ گدھا خرید بھی لے گا۔''

جاوید نے کہا: ''ایسا بے وقوف تمھیں پوری دنیا میں نہیں ملے گا۔''

بیوی نے کہا: ''جب تک بے وقوف پیدا ہوتے رہیں گے، عقل مند بھوک سے نہیں مریں گے۔''

جاوید بولا: ''لیکن اب تک ایسا بے وقوف پیدا نہیں ہوا، جو قربانی کے لیے یہ گدھا خرید لے۔''

یہی باتیں کرتے ہوئے وہ آگے بڑھتے رہے۔ انھوں نے گھوم پھر کر مختلف نسل و رنگ کے بکرے دیکھے، ان کی قیمتیں پوچھیں۔ کسی کی قیمت سن کر دانتوں تلے انگلیاں دبائیں، کہیں قیمت سن کر آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

اچانک جنید بولا: ''ابو! وہ دیکھیں، کتنا پیارا بکرا ہے۔''

واقعی ایک اکیلا شخص ایک بہت ہی خوب صورت بکرے کی رسی پکڑے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر مایوسی تھی۔

جاوید نے پوچھا: ''ہاں بھائی! یہ کتنے کا ہے؟''

بکرے والا بولا: ''یہ بیچنے کے لیے نہیں ہے۔''

جاوید نے بیوی سے کہا: ''ہو سکتا ہے اس نے قربانی کے لیے خریدا ہو۔ چلو، آگے چلتے ہیں۔''

جنید ضد کرنے لگا: ''ابو! میں یہی بکرا لوں گا۔'' اور وہ وہیں کھڑا ہو گیا۔

جاوید نے کہا: ''بیٹا! انکل یہ بکرا نہیں بیچ رہے۔ انھوں نے خود اپنے لیے خریدا ہوگا۔''

''نہیں ابو! میں تو یہی لوں گا۔''

''بیٹا! جب ایک آدمی اپنی چیز بیچ ہی نہیں رہا تو ہم کیسے خرید سکتے ہیں؟''

جنید نے کہا: ''جب یہ نہیں بیچ رہا تو گھر جائے، یہاں کیوں کھڑا ہے۔''

بیوی نے بھی یہی کہا: ''ہاں، یہ بات بھی ہے۔ اس نے خرید لیا ہے تو اسے لے کر گھر چلا جائے۔ یہاں کھڑا رہے گا تو لوگ اس سے دام پوچھتے رہیں گے۔''

جنید پھر بولا: ''ابو! میں یہی بکرا لوں گا۔ مجھے اچھا لگتا ہے۔''

جاوید نے دوبارہ پوچھا: ''بولو بھئی، بیچنا ہے؟''

بکرے والے نے کہا: ''کہہ دیا نا، بیچنے کا نہیں ہے۔''

جاوید بولا: ''اچھا تم نے خریدا ہے؟''

''نہیں۔''

''یہ تمھارا اپنا ہے؟''

''ہاں، اپنے گھر سے لایا ہوں۔''

''اچھا اس کی قربانی خود کرو گے؟''

''نہیں۔''

جاوید نے پھر کوشش کی: ''جب تمھارا اپنا ہے، اپنے گھر سے لائے ہو تو منڈی میں تو لوگ اور بیچنے کے لیے لاتے ہیں۔ تم اس کی قربانی بھی خود نہیں کرو گے تو بتاؤ، کتنے دام مانگتے ہو؟''

بکرے والے نے کہا: ''میں نے بتایا نا کہ یہ بیچنے کا نہیں ہے۔''

جنید ضد پر اُتر آیا: ''ابو! میں یہی لوں گا۔''

جاوید بکرے والے سے بولا: ''تو جاؤ، اسے اپنے گھر لے جاؤ۔ یہاں تو لوگ تم سے یدنے کی کوشش کریں گے۔''

بکرے والا بولا: ''میں بیچوں گا ہی نہیں تو لوگ کیسے خریدیں گے؟''

جنید نے پھر ضد کی: ''ابو! میں یہی لوں گا۔''

جاوید بکرے والے کو راضی کرنے لگا: ''دیکھو، میرا لڑکا ضد کر رہا ہے۔ تم بولو، یہ تم نے کتنے کا لیا ہے؟ مجھ سے اس سے زیادہ قیمت لے لو۔''

بکرے والا بولا: ''یہ میں نے خریدا نہیں ہے، گھر کا پلا ہوا ہے۔''

جاوید نے کہا: ''تو بیچ دو ہمیں، میرے بیٹے کو پسند آ گیا ہے۔''

بکرے والا بولا: ''بھائی صاحب! میں نہیں بیچوں گا۔ آپ کے بچوں کی طرح یہ میرے بچوں کو بھی پیارا ہے۔ میرے بچے اس کے ساتھ کھیلتے ہیں۔''

جاوید نے کہا: ''بیچتے بھی نہیں ہو اور خواہ مخواہ بچوں کو ترسا رہے ہو۔ اب میں اپنے بچے کو یسے راضی کروں؟''

بکرے والے نے کہا: ''زبردستی نہیں ہے۔ میری چیز ہے، میں نہیں بیچ رہا، میری مرضی۔''

جاوید کو غصہ آ گیا: ''تو پھر منڈی میں کیوں لائے ہو؟''

بکرے والے نے کہا: ''بات یہ ہے کہ میں گدھا گاڑی چلاتا تھا۔ وہی میرا واحد روزگار تھا۔ ایک ہفتہ ہوا، میرا گدھا مر گیا ہے۔ میری آمدنی بند ہوگئی ہے۔ پیسہ نام کی کوئی چیز میرے گھر نہیں ہے۔ اب میرے گھر میں فاقے شروع ہوگئے ہیں۔ مجھے گدھے کی شدید ضرورت ہے، تا کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤں اور بچوں کی عید بھی اچھی گزر جائے۔''

جاوید حیران رہ گیا: ''گدھے سے اس بکرے کا کیا تعلق؟''

بکرے والے نے تفصیل سے بتایا: ''میرے گھر میں یہی بکرا ہے، جس سے سب گھر والے پیار کرتے ہیں اور اسے بیچنا نہیں چاہتے۔ میں نے انھیں بڑی مشکل سے یقین دلایا ہے کہ مجھے گدھا مل جائے تو تمھیں دو بکرے خرید کر لا دوں گا۔ گھر میں آٹا نہیں ہے اور بکرا بندھا ہوا ہے۔ اگر ضرورت کے وقت یہ بکرا کام نہ آئے تو پھر اس کا کیا فائدہ؟ اس طرح گھر والوں نے صبر کیا ہے۔ میں یہ بکرا ہرگز نہیں بیچنا چاہتا، لیکن جو شخص مجھے ایک گدھا خرید کر دے گا، میں یہ بکرا اس کے حوالے کر دوں گا۔ میں اس بکرے کی کوئی قیمت مقرر نہیں کر سکتا۔''

بیوی کو اس پر ترس آ گیا: ''یہ بڑا مجبور ہے۔ بے چارہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے۔ اگر اس کے روزگار کا ذریعہ گدھا گاڑی ہے تو گدھے کے بغیر وہ گاڑی بھی بے کار ہے۔ ایسا کرتے ہیں، وہ جو آدمی گدھا لے کر کھڑا ہوا ہے، اس سے گدھے کا سودا کر لیں۔ اگر سودا بنتا ہے تو اس کو گدھا لے کر دے دیں اور اس سے بکرا لے لیں۔ اُس کے پاس رقم نہیں ہے، اسے گدھے کی ضرورت ہے۔ اس کے پاس بکرا ہے، لیکن اس کی قیمت نہیں لگانا چاہتا، بدلنا چاہتا ہے۔''

''بیگم! ہمیں گدھے کی قیمت کا بالکل بھی اندازہ نہیں ہے۔ کیا پتا کتنے کا ہو۔''

''تو ہم گدھا تھوڑی خرید رہے ہیں۔ ہم تو گدھا خرید کر گدھا بکرے والے کے حوالے کر دیں گے اور اس سے بکرا لے لیں گے۔''

جاوید نے بکرے والے سے کہا: ''اگر ہم تمھیں گدھا دلا دیں تو یہ بکرا ہمیں دے دو گے؟''

لطف اللہ خاں

۳ مارچ ۲۰۱۲ء کو ہم سے ایک بہت اہم شخصیت ہمیشہ کے لیے جدا ہوگئی۔ لطف اللہ خاں ایک ایسے انسان کا نام تھا، جس نے اپنی زندگی کا ایک مقصد بنایا اور اس کو پورا کرنے کے لیے اپنی تمام زندگی وقف کر دی۔ انھوں نے ۱۹۴۸ء میں اہم شخصیات کی آوازیں محفوظ کرنا شروع کیں۔ ان لوگوں میں مشہور عالم، ادیب، شاعر، سائنس داں، موسیقار، آرٹسٹ وغیرہ شامل ہیں۔ ۵ ہزار سے زیادہ ایسی ممتاز شخصیات کی آوازیں لطف اللہ خاں کی ''آڈیو لائبریری'' میں محفوظ ہیں۔ ساٹھ سال سے زیادہ عرصے تک وہ پوری لگن کے ساتھ یہ خزانہ بھرتے رہے۔ قوم کے لیے یہ نادر آواز خزانہ جمع کر کے وہ اپنی زندگی کے ۹۵ سال پورے کر کے خدا کے حضور پہنچ گئے۔ ☆

بکرے والا تیار ہوگیا: ''ہاں بھائی! مجھے تو روزگار کمانے کے لیے ایک گدھے کی ضرورت ہے۔ آپ میری ضرورت پوری کر سکتے ہیں تو یہ بکرا آپ لے لیں۔''

جاوید نے پوچھا: ''ویسے گدھا کتنے کا مل جائے گا؟''

بکرے والا بولا: ''گدھا بیچنے والے کی مرضی ہے، جتنی بھی قیمت مانگے۔''

جاوید نے پھر پوچھا: ''پھر بھی کوئی اندازہ تو ہوگا؟''

بکرے والے نے کہا: ''میں نے کہا ہے نا کہ کسی کی قیمت کا کوئی پتا نہیں ہوتا۔''

جاوید نے کہا: ''پھر بھی کم سے کم، زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے؟''

بکرے والا بولا: ''بابا! پچیس ہزار روپے بھی ہو سکتی ہے اور پینتیس ہزار روپے بھی، پچپن ہزار روپے بھی۔''

جاوید کو شدید حیرت ہوئی: ''ایک گدھے کی قیمت پچپن ہزار روپے؟''

بکرے والا ناراض ہو کر بولا: ''کیا تم جوڑی کی قیمت سمجھ رہے ہو۔ گدھا بہت قیمتی جانور ہوتا ہے۔ گدھا کما کر دیتا ہے۔ بکرے کو تو تم ایک ہی دفعہ ذبح کر کے اس کا گوشت لیتے ہو، گدھا تو روزانہ ہزار روپے کما کر دیتا ہے۔''

جاوید کو مزید حیرت ہوئی: ''ہزار روپے روزانہ؟''

بکرے والا سمجھاتے ہوئے بولا: ''نہیں تو اور کیا۔ کسی کا مکان بن رہا ہو تو ہم اس کا ملبہ، اینٹیں، ریتی، بجری لاتے لے جاتے ہیں۔ ایک ایک دن میں پانچ پانچ ہزار روپے بھی کماتے ہیں۔ یہ کوئی بکرا تھوڑی ہے، جو صرف کھانے کے لیے ہی پالا جائے۔''

جاوید بولا: ''اچھا ٹھیرو، میں آتا ہوں۔''

جاوید گدھے والے کے پاس آیا۔ بیوی اور بیٹا بھی ساتھ تھے۔

جاوید نے پوچھا: ''یہ گدھا کتنے کا ہے؟''

گدھے والا جاوید کو اوپر سے نیچے دیکھتے ہوئے بولا: ''تم کیا کرے گا گدھے کا؟ تمھارے کام کا نہیں ہے۔''

جاوید بولا: ''میرے کام کا ہے یا نہیں، تمھیں بیچنا ہے تو بتاؤ، اس کی قیمت کتنی ہے؟''

گدھے والا بولا: ''ہم نے بیس ہزار روپے میں لیا ہے۔ اس سے اوپر تم جو دو گے، لے لوں گا۔ ہم کو پیسے کی ضرورت ہے۔''

جاوید نے کہا: ''بیس تو نہیں، میں پندرہ ہزار روپے دوں گا۔''

گدھے والے نے کہا: ''پیسے کی ضرورت مجھے ضرور ہے، مکان کا کرایہ بھی نہیں دیا ہے، قرضہ بھی دینا ہے، لیکن اتنا مجبور بھی نہیں ہوں کہ بیس ہزار کا جانور لے کر پندرہ ہزار روپے میں بیچ دوں۔ بیس کا تو مجھے خود ملا ہے۔ بیس سے اوپر کا بیچوں گا، بیس کا بھی نہیں۔''

جاوید نے کہا: ''میرے پاس تو سولہ ہزار روپے ہیں۔ سودا منظور ہے تو بولو؟''

گدھے والا تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر بولا: ''چلو تم یہ دے دو اور گھر کا پتا بتا دو۔ باقی رقم تمھارے گھر سے آ کر لے جاؤں گا۔''

جاوید بولا: ''نہیں نہیں، عید کے موقع پر اُدھار نہیں کروں گا، اُدھار سے قربانی نہیں ہوتی۔''

گدھے والا حیران ہو گیا: ''صاحب! تم کیا گدھے کی قربانی کرو گے؟''

جاوید نے کہا: ''میں قربانی کے لیے نہیں لے رہا ہوں۔ ایک غریب اور مجبور آدمی ہے۔ اس کے پاس بکرا ہے، اسے گدھے کی ضرورت ہے۔ اس کو گدھا دے کر اس سے بکرا لے لوں گا۔''

گدھے والا خوش ہو کر بولا: ''اچھا، اچھا تم تو بڑا نیک آدمی ہے۔ کسی کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تمھیں خوش رکھے۔ چلو، سولہ ہزار ہی دے دو۔ اس نیک کام میں ہمارا بھی حصہ ہو جائے گا۔''

جاوید نے سولہ ہزار روپے گدھے والے کے حوالے کر دیے۔ گدھے کے مالک نے گدھے کی رسی پکڑا دی اور نوٹ گنتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ جاوید گدھے کو لے کر بکرے والے کی طرف آیا تو وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ جاوید اِدھر اُدھر اسے ڈھونڈنے لگا۔ مویشی منڈی میں آئے ہوئے لوگ حیرت اور دل چسپی سے جاوید کو دیکھ رہے تھے کہ مویشی منڈی میں لوگ قربانی کے لیے حلال جانوروں کی خرید و فروخت کر رہے ہیں اور یہ شخص گدھا لیے گھوم رہا ہے۔

جاوید نے قریب کھڑے ایک شخص سے پوچھا: ''بھائی صاحب! یہاں ایک آدمی بکرا لے کر کھڑا تھا، وہ کہاں گیا؟''

اُس آدمی نے بتایا: ''وہ تو بکرا ٹیکسی میں ڈال کر لے بھی گیا۔''

جاوید نے سر پیٹ لیا: ''بھائی صاحب! آپ سچ کہہ رہے ہیں نا؟''

وہ آدمی بولا: ''مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر وہ اِدھر ہوتا تو تمھیں کہیں دکھائی نہ دیتا؟''

جاوید، اس کی بیوی اور بیٹا مویشی منڈی میں گھوم رہے تھے۔ جاوید اب بھی بکرے

والے کو ڈھونڈ رہا تھا، ساتھ وہ گدھے والے کو بھی ڈھونڈ رہا تھا کہ اگر وہ مل جائے، اسے کسی طرح اس کا گدھا اسے واپس کر دے، لیکن وہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ جاوید کی بیوی اور بیٹے کو شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ جاوید نے انھیں رکشے میں بٹھا کر گھر بھیج دیا اور خود ایک سوزوکی میں گدھا لے کر گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ سوزوکی میں ڈرائیور کی برابر والی سیٹ پر جاوید بیٹھا ہوا تھا۔ سوزوکی گلی میں پہنچی تو لوگ آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے کہ جاوید گائے لایا ہے، لیکن سوزوکی میں گائے کے بجائے گدھے کو دیکھ کر لوگ ہنسنے لگے۔

ایک پڑوسی بولا: ''ارے جاوید بھائی! یہ کیا لائے ہو؟''

دوسرا پڑوسی: ''گدھے کی قربانی کرو گے کیا؟''

تیسرا پڑوسی: ''ارے جاوید! کیا یہ گدھا پالو گے؟''

سب لوگ سوال کر رہے تھے، لیکن جاوید نے کسی جواب نہیں دیا۔ اس نے سوزوکی ڈرائیور کی مدد سے گدھے کو سوزوکی سے اُتارا اور اس کی رسی تھامے گھر کی طرف چلا گیا۔ محلے والے اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور سوالوں کی بوچھاڑ کر رکھی تھی۔

جاوید گدھے کو گھر میں باندھ کر سیمنٹ بجری والے کے ٹھیلے پر پہنچا اور مالک سے کہا: ''بھائی! میرے پاس ایک گدھا ہے۔ میں نے سولہ ہزار روپے کا خریدا ہے۔ تم مجھے پندرہ ہزار روپے دے دو اور گدھا لے لو۔''

ٹھیلے والا بولا: ''میں کیا کروں گا گدھے کا؟''

جاوید نے کہا: ''تمھارے ٹھیلے پر تو کام آ جائے گا۔''

ٹھیلے والا بولا: ''نہیں بابا! آج کل گدھا مہنگا پڑتا ہے۔ کام دام ہے نہیں، گدھا تو خوراک مانگتا ہے۔''

''تو آپ ریتی، بجری ڈھونے کے لیے کیا کرتے ہیں؟''

''ہم نے سوزوکی رکھی ہوئی ہے۔ کام ہے تو پیٹرول ڈالیں گے۔ کام نہیں ہے تو پیٹرول نہیں ڈالیں گے۔ اس طرح نقصان نہیں ہو گا۔''

جاوید بولا: ''پھر کچھ میری مدد کرو بھئی، مجھے گدھا بیچ کر بکرا لینا ہے۔''

''تو تم نے گدھا خریدا کیوں ہے، تمھارے کس کام کا؟''

جاوید نے تفصیل بتا کر کہا: ''بس پھر کیا بتاؤں، بکرا تو مجھے ملا نہیں، میں خود گدھا بن گیا۔''

ٹھیلے والے نے اپنی جان چھڑاتے ہوئے بولا: ''معاف کرنا، ہمیں گدھے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اچانک جاوید کو خیال آیا کہ دھوبی کے پاس بھی تو گدھا ہوتا ہے، چلو، وہاں چلتے ہیں۔

جاوید ایک دکان پر پہنچا، جہاں ایک بڑا بورڈ لکھا ہوا تھا: ''عبدالرشید واشنگ فیکٹری''

جاوید نے دکان کے مالک سے کہا: ''بھائی! میرے پاس ایک گدھا ہے۔ میں نے سولہ ہزار روپے کا لیا ہے۔ اگر تم بارہ ہزار روپے بھی دے دو تو میں تمھیں دے دوں گا۔''

دھوبی نے کہا: ''میں کیا کروں گا گدھے کا اور وہ بھی بارہ ہزار کا کیوں خریدوں؟''

جاوید نے کہا: ''میں نے غلطی سے خرید لیا ہے۔ چار ہزار کا نقصان بھی برداشت کر لوں گا۔''

دھوبی بولا: ''لیکن میرے لیے تو یہ چار ہزار کا بھی مہنگا ہے، میں کروں گا کیا اس گدھے کا؟''

جاوید نے کہا: ''تمھیں دھوبی گھاٹ سے دکان تک کپڑے لانے لے جانے کے لیے چاہیے ہو گا نا؟''

دھوبی ہنستے ہوئے بولا: ''بھائی! کس دنیا میں رہتے ہو، دھوبی گھاٹ آج کل کہاں ہیں۔ گھر میں ہی واشنگ مشین میں کپڑے دھوتے ہیں۔ اسی کے ڈرائیر میں سکھاتے ہیں اور لا کر دکان میں استری کر دیتے ہیں۔ دھوبی گھاٹ پر ہاتھ سے کپڑے دھونے کا زمانہ گزر گیا، گدھے کا کیا کام؟''

جاوید نے کہا: ''اچھا تو مجھے مشورہ دو، میں اس گدھے کا کیا کروں؟''

دھوبی نے کہا: ''رکھ لو، الیکشن ہونے والے ہیں۔ ہارنے والے اُمیدوار کو تحفے میں دے دینا۔'' ☆

ایک بڑا اور سچّا آدمی

مسعود احمد برکاتی

۱۰ دسمبر ۱۸۷۸ء آج سے تقریباً ۱۳۳ سال پہلے وہ عظیم ہستی پیدا ہوئی جس نے برِ صغیر پاک و ہند کے مسلمان کو جگایا، غفلت کی نیند سے جھنجھوڑا، اُن کو احساس دلایا کہ وہ غلام ہیں۔ ایک غیر قوم نے اُن کی آزادی چھین رکھی ہے، اُن کے وطن پر قبضہ کرلیا ہے۔ یہ صورت اُن کے لیے نقصان دہ ہے۔ اُن کی ذلت اور تباہی کا باعث ہے، لہٰذا جاگو، اٹھو اور اپنا حق حاصل کرو۔ اپنی چھنی ہوئی آزادی واپس لو۔ اپنی حکومت اپنے ہاتھ میں لو۔ غیروں کی غلامی کا جوا اپنی گردن سے نکال پھینکو اور ان کو اپنے وطن سے بھگا دو۔ وہ اگر یہاں رہنا چاہتے ہیں تو خوشی سے رہیں، لیکن حاکم بن کر نہیں، محکوم بن کر رہیں۔ حکومت کرنا ہمارا حق ہے، کیوں کہ ملک ہمارا ہے۔ دوسروں کو ہم پر حکومت کرنے، ہمیں غلام بنانے کا کوئی حق نہیں، بلکہ یہ ظلم ہے۔ زندہ اور خوددار قومیں ظلم برداشت نہیں کرتیں۔ وہ نہ خود کسی پر ظلم کرتی ہیں اور نہ اپنے آپ پر ظلم ہونے دیتی ہیں۔ دوسروں کی غلامی سے صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اخلاق تباہ ہو جاتا ہے۔

یہ شعور ہم میں جن ہستیوں نے پیدا کیا، ان میں ایک بہت بڑا نام ہے محمد علی جوہر۔

محمد علی جوہر رام پور میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام عبدالعلی خاں تھا۔ اُن کے دادا کا نام علی بخش تھا۔ محمد علی کے چار بھائی اور ایک بہن تھیں۔ محمد علی سب سے چھوٹے تھے۔ محمد علی سے بڑے شوکت علی تھے۔ یہی دو بھائی محمد علی اور شوکت علی بہت مشہور ہوئے اور ''علی برادران'' کہلائے۔ محمد علی یوں تو بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے، لیکن حقیقت میں سب سے بڑے، اپنے بھائیوں ہی میں نہیں ملک میں بہت بڑے تھے۔

دنیا کے اکثر بڑے لوگوں کو جنھوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں، بچپن میں مشکلات برداشت کرنی پڑیں۔ بہت سے بڑے لوگ بچپن میں ہی یتیم ہوگئے۔ بہت سے

لوگوں نے غربت اور مفلسی میں آنکھ کھولی۔ محمد علی جوہر کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ وہ پونے دو سال کے تھے کہ یتیم ہوگئے۔ والد نے ۳۰، ۳۵ ہزار کا قرضہ چھوڑا تھا، جو اس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ والدہ ''بی اماں'' کم عمر ہی تھیں۔ وہ ۲۷، ۲۸ سال کی عمر میں بیوہ ہوگئی تھیں، لیکن بڑی عظیم خاتون تھیں۔ محمد علی نے خود لکھا ہے کہ مجھے والدِ مرحوم بالکل یاد نہیں، مگر والدہ مرحومہ کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ میں جو کچھ ہوں اور جو کچھ میرے پاس ہے، وہ خداوند کریم نے مجھے اُسی مرحومہ کے ذریعے سے پہنچایا ہے۔ والد مرحوم کی وفات کے دن سے گھر کی بوڑھی ماماؤں کا سادہ اور سستا لباس پہنا اور انھی کی طرح روکھی سوکھی کھا کر گزر کی، مگر ہمارا کوئی سوال رد نہیں کیا۔ محمد علی کی وجہ سے ان کی والدہ کو سب بی اماں کہتے تھے۔ واقعی بی اماں کے ایثار اور عقل مندی کی مثالیں کم ہی ملتی ہیں۔ وہ خود کم پڑھی لکھی تھیں، لیکن اپنے بچوں کو زمانے کے مطابق اعلا تعلیم دلائی۔ پہلے اردو فارسی گھر پر پڑھوائی، پھر بریلی اسکول میں داخل کرادیا۔ بریلی سے پڑھ کر محمد علی، علی گڑھ چلے گئے۔ علی گڑھ سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ الہ آباد یونی ورسٹی میں اوّل آئے۔ ۱۸۹۸ء میں محمد علی جب ساڑھے انیس سال کے تھے تو بڑے بھائی شوکت علی نے اپنا پیٹ کاٹ کر انگلستان بھیجا، تاکہ سول سروس کے امتحان میں شریک ہوں اور آئی۔ سی۔ ایس بن کر اچھی سی ملازمت کریں۔ اپنی ذہانت بیچیں، خوب کمائیں، خوب عیش کریں۔

محمد علی ذہین تھے، بہت ذہین۔ سال کا بڑا حصہ کھیل کود میں اور تفریح میں گزرتا۔ کورس کی تمام کتابیں بھی مشکل سے اُن کے پاس جمع ہوتی ہوں گی، لیکن حافظہ اور ذہن غضب کا تھا۔ امتحان سے دو مہینے پہلے کتابیں ادھر اُدھر سے جمع کر کے وہ پڑھائی پر پل پڑتے اور ہمیشہ اچھے نمبروں سے کام یاب ہوتے۔ اُن کے ایک بچپن کے ساتھی میر محفوظ علی صاحب نے لکھا ہے کہ محمد علی قابلِ رشک ذہانت کے ساتھ کلاس میں لیکچر سُنتے، فیلڈ میں کرکٹ کھیلتے اور یونین میں تقریر کرتے۔

چند باتیں ان کی عادتوں، معمولات اور مزاج کے متعلق بھی سُن لیجیے:

مولانا محمد علی پابندی اور نظم و ضبط کے عادی نہیں تھے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی کتاب ''محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق'' حصہ اوّل میں لکھتے ہیں کہ اُن کی ہر چیز میں بدنظمی تھی۔ کھانا نکل کر آ گیا۔ دستر خوان پر لگ گیا، پڑا ٹھنڈا ہو رہا ہے اور مولانا ہیں کہ کسی ملاقاتی سے گرما گرم مباحثے میں مشغول ہیں، اُٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ ساتھیوں کی آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں۔ بلا ضرورتِ شدید آدھی آدھی رات تک جاگ رہے ہیں۔ کام کرنے پر جُت گئے تو اب کھانا اور سونا سب غائب۔ روز مرّہ یہی معمول رہتا اور اصل مصروفیت کے ساتھ یہ بدنظمی بھی ہر کام میں شامل رہتی۔

ان کے خاص ساتھی میر محفوظ علی صاحب لکھتے ہیں کہ محمد علی مرحوم بھی جذبات کا مجموعہ تھے اور اسے خامی کہو یا پختگی کہ اکثر اوقات وہ اپنے جذبات کو ضبط نہیں کر سکتے تھے۔ محفوظ علی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ محمد علی سُست نہ تھے، مگر بعض وقت سوچ بچار میں وقت لگا دیتے تھے۔ وہ خود تو اپنے آپ کو کام چور کہتے تھے، لیکن کام چور نہ تھے، ہاں کام ٹال ضرور دیتے تھے۔ منٹوں کا کام دنوں بلکہ ہفتوں نہیں کرتے تھے، مگر جب کرنے پر آ جاتے تو ہفتوں کا کام منٹوں میں نہیں تو گھنٹوں میں تو ضرور کر ڈالتے۔

مولانا محمد علی جوہر انتہا درجے کے مہمان نواز، ایثار پیشہ اور بے غرض انسان تھے۔ مہمانوں کی خاطر تواضع ان کی زندگی تھی۔ اچھے کھانے کے بڑے شوقین تھے۔ خود کھانے سے زیادہ دوسروں کو کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ ماش کی دُھلی دال گھی پڑی ہوئی اور ماش کی کھچڑی خوب گھی کے ساتھ جاڑے میں ان کو بہت پسند تھی۔ بچوں سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ کھیلنے کے بہت شوقین تھے۔ ایک بار مشہور لیڈر نواب اسمٰعیل خاں اُن کے ہاں آئے ہوئے تھے۔ مولانا کے کمرے میں نواب صاحب کی بچّی آ گئی۔ مولانا اس بچّی کے ساتھ خود بھی بچے بن گئے۔ کمرے بھر میں کبھی محمد علی دوڑتے تو وہ بچّی ان کا پیچھا کرتی۔ وہ بچّی دوڑتی تھی تو مولانا اس کا تعاقب کرتے تھے۔ بڑی دیر تک مولانا اس کے ساتھ کھیلتے رہے۔

خط کم لکھتے۔ لکھنے کی فرصت ہی کہاں ملتی تھی۔ ہفتوں تک جواب لکھنے کے لیے خط اُن کی جیب میں یا میز کی دراز میں پڑا رہتا تھا۔ کبھی یہ ہوتا کہ جب بہت دن ہو جاتے تو تار کے ذریعے سے جواب بھیج دیتے، مگر جب خط لکھنے بیٹھتے تو لکھتے ہی چلے جاتے۔

مخالفوں کو جواب دینے میں کسر نہ اُٹھا رکھتے۔ مخالفین ہی کے لب و لہجے میں جواب دیتے تھے۔ سخت اور تلخ، لیکن صداقت و دیانت اور شرافت کا دامن کبھی نہ چھوڑتے۔ نہ کبھی بہتان کے جواب میں کسی پر بہتان لگاتے۔

نہایت فیاض تھے۔ خرچ کرنے میں ان کا ہاتھ کبھی نہ رُکتا تھا۔ خوش مزاج اور ظریف بھی بہت تھے۔ سنجیدہ ہونے کے باوجود مزاج میں شوخی بھی تھی۔ بات میں بات پیدا کرنا اور مذاق پیدا کرنا اُن کی عادت تھی۔

شاعری بھی کرتے تھے۔ اُن پر جو کچھ گزرتی، وہ شعر کی صورت میں اکثر زبان پر آ جاتی۔ مولانا کی شاعری اُن کی زندگی، اُن کے جذبات و احساسات کا سچا آئینہ ہے۔

(کتاب ''جوہرِ قابل'' کا ایک ٹکڑا)

مرزا تیمور کی کہانی

اشرف صبوحی

ہمارے بزرگ ادیبوں نے نونہالوں کے لیے بہت عمدہ عمدہ کہانیاں لکھی ہیں۔ جناب اشرف صبوحی مرحوم نے بھی ہمدرد نونہال میں اچھی اچھی کہانیاں لکھی ہیں۔ وہ زبان کی صحت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ بامحاورہ اردو لکھنے میں ان کو کمال حاصل تھا۔ ذیل میں ہم ان کی ایک یادگار تحریر شائع کر رہے ہیں۔ یہ سلسلہ کبھی کبھی جاری رہے گا۔ نونہال اپنی رائے سے مطلع کریں۔

ادارہ

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب دہلی میں ابوظفر بہادر شاہ کی برائے نام حکومت تھی۔ سرکار انگریزی سے پینشن ملتی تھی اور اسی میں شاہی کام پورے کیے جاتے تھے۔ بادشاہ کا خاندان بہت وسیع تھا اور خرچ کے لیے پینشن ناکافی، مگر وضع داری کے ساتھ نبھائے جاتے تھے اور قدیم روایات کو ترک نہ ہونے دیتے تھے۔ وہی جشنِ نوروز، وہی عید، بقرعید کو انعامات وخلعت۔ وہی ہاتھی پر جلوس، وہی نقیب و چوب دار، وہی صدائے ہوشیار باش! نگاہ روبرو!

مرزا تیمور بادشاہ کے قریبی رشتے دار تھے۔ بہت خوب صورت، جوان اور بانکے انسان، لمبا قد، چھریرا بدن، کتابی چہرہ، ناک نقشہ سبک، لبوں پر مسکراہٹ، گفتگو بارہ مسالے کی چاٹ۔ لباس میں وہی مغلیہ شان۔ انھیں شکار کا بہت شوق تھا۔ صبح ضروریات سے فارغ ہو کر شکاری لباس پہننا، بندوق سنبھالنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر مہرولی کی طرف نکل جانا روز کا معمول تھا۔ مہرولی ایک قصبہ ہے، جو دلی سے گیارہ میل کے فاصلے پر واقع

ہے۔ اس زمین کا چپا چپا متبرک ہے۔ بڑے اللہ والوں کے یہاں مزار ہیں۔ یہاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جو بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے پیر و مرشد تھے۔ خدا کی مرضی پیر ہندستان میں اور مرید پاکستان میں۔ غرض مہرولی کی زمین ایک پُرفضا جگہ ہے۔ دلی والے عموماً برسات کا لطف اُٹھانے آیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں یہاں شکار بکثرت ملتا تھا۔ مرزا تیمور نے اس جگہ کو شکار گاہ بنا لیا تھا۔ یہاں عموماً ہرنوں کی ڈاریں اونچے اونچے پہاڑی ٹیلوں پر یا پہاڑی چٹانوں پر نظر آتی تھیں۔ مرزا ہرن کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتے تھے۔ اگر ہرن نہ ملتا تو تلیر، بٹیر، مرغابی، خرگوش وغیرہ مار لیتے۔

ایک روز حسبِ معمول شکار کی تلاش تھی، مگر شکار کا دور دور پتا نہ تھا۔ دوپہر ہو چکی تھی۔ سورج کی تیزی بڑھ گئی تھی۔ مرزا تھک کر ایک پہاڑی کے دامن میں سستا رہے تھے۔ اتفاق سے انھیں سامنے پہاڑی کی چوٹی پر ایک ہرن نظر آیا، جس کے ساتھ ایک آدمی بھی ہرن کی گردن میں بانہیں ڈالے کھڑا تھا۔ ہرن دیکھ کر مرزا صاحب کو تاب کہاں تھی؟ فوراً نشانہ باندھ کر گولی چلادی۔ مرزا نشانے کے بڑے سچے تھے۔ گولی اگرچہ ہرن کے لگی، مگر ہرن کے پار ہو کر اس آدمی کی ٹانگ میں بھی جا لگی اور دونوں زخمی ہو کر گر پڑے۔ مرزا تیمور دوڑ کر پہاڑی پر چڑھے۔ وہاں دیکھا تو ہرن تڑپ رہا تھا اور وہ آدمی اپنی ٹانگ کے زخم کو رومال سے کس کے باندھ رہا تھا۔

مرزا کو دیکھ کر اس نے کہا: ''بابا! غریبوں پر رحم بھی کیا کرو۔ تم نے نہ صرف میرے ہرن کو مار دیا، بلکہ مجھے بھی زخمی کر دیا۔ نہ معلوم کب تک چلنے پھرنے سے معذور رہوں گا۔ بھلا یہ کہاں کی تفریح ہے کہ دوسروں کی جان پر بن جائے۔ انسان کو دولت اور حکومت کے

نشے میں اتنا آپے سے باہر نہ ہونا چاہیے۔''

مرزا تیمور یہ سن کو بہت جھنجلائے اور کہنے لگے: ''عجیب بد ذوق آدمی معلوم ہوتے ہو۔ تمھیں تو یہ چاہیے تھا کہ میری نشانہ بازی کی داد دیتے، اُلٹی بکواس شروع کر دی۔''

''اگر میں مر جاتا تو؟'' اس زخمی اور پریشان حال آدمی نے کہا۔

''تو کیا ہوتا؟ لوگ روز مرتے رہتے ہیں۔'' مرزا نے ہنس کر جواب دیا۔

یہ سن کر بے کس اور بے بس غریب کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور نہ جانے کتنی بد دعائیں اس کے دل سے نکلی ہوں گی۔

ابھی اس واقعے کو پورا ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ دلی میں غدر پڑ گیا۔ لوگوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا۔ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو گیا۔ کسی کی عزت محفوظ رہی نہ مال۔ جان بچانے کے لیے جہاں جس کا سینگ سمایا چلا گیا۔ بہادر شاہ قید ہو کر رنگون بھیج دیے گئے۔ اکثر شاہ زادے قتل ہوئے۔ کچھ فرار ہوئے، کچھ بھیس بدل کر بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے۔ اکثر شاہ زادیوں کا بھی یہی حال ہوا۔ غرض قلعۂ معلیٰ کے رہنے والے جن کا ہر لمحہ عیش و نشاط میں بسر ہوتا تھا در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے تھے اور پھر بھی ان کو امن نہ ملتا تھا۔

کچھ عرصے بعد دلی پھر آباد ہونے لگی۔ جو زندہ تھے اور بغاوت سے الگ تھلگ تھے، پھر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو گئے، ان کا ذکر ہی کیا۔ ان کے بدلے اور نئے نئے لوگ آئے۔ اُجڑی نگری پھر سے نئے اور پرانے لوگوں سے آباد ہونی شروع ہو گئی۔ ہر ویرانے کے بعد بستی اور بلندی کے بعد پستی قدرت کا اٹل قانون ہے۔ اس قانون کے تحت چند ہی سال میں دلی کی رونق پہلے سے دو چند ہو گئی۔ فتح پور، چاندنی چوک، دریبہ کلاں،

جامع مسجد کے بازار انتہائی پُر رونق ہو گئے۔ یہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ یہ شہر اب سے چند سال پہلے ویران ہو چکا ہے اور اس کے رہنے والوں کا مال و دولت، عزت و شہرت لُٹ کر تمام ہو چکی ہے۔ وہی گانے بجانے کی محفلیں جمی ہوئی تھیں۔ وہی قہقہے اور چہچہے تھے۔

جامع مسجد کا بازار خاص طور پر بڑی رونق کا تھا۔ اس بازار میں ویسے تو بہت فقیر فقرا خیرات مانگتے نظر آتے تھے، لیکن ایک اپاہج فقیر جس کا نیچے سے دھڑ رہ گیا تھا اور ٹانگ پر جا بجا زخم تھے اور گھسٹ گھسٹ کر زمین پر چلتا تھا، ہر آنے جانے والے کی توجہ کا مرکز تھا۔ اس کے چہرے پر امیری اور شان کے مٹے مٹے نقش دکھائی دیتے تھے۔

یہ فقیر نہ سوال کرتا تھا نہ کوئی صدا لگاتا تھا۔ لوگ آپ ہی اس کی حالتِ زار دیکھ کر حسبِ توفیق اس کی جھولی میں کچھ نہ کچھ ڈال دیتے تھے۔ اگرچہ فقیر کی شخصیت پر غریبی و بے چارگی، ناداری و محتاجی کا پردہ پڑا ہوا تھا، لیکن کچھ جاننے والے جانتے تھے کہ یہ وہی صاحبِ عالم مرزا تیمور ہیں جنھوں نے شکار کے شوق میں ایک غریب شخص کی ٹانگ گولی مار کر زخمی کر دی تھی اور پھر اس کا مذاق بھی اُڑایا تھا، آج خود بھی اس سے بدتر حالت کو پہنچ گئے ہیں۔ اس دنیا میں جیسی کرنی ویسی بھرنی کا قانون جاری ہے۔ اس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا۔ ☆

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

وہ ایک رات

پروفیسر محمد ظریف خاں

سولہ سالہ اسد ریاض بیوہ ماں کا اکلوتا بیٹا تھا، جو دسویں جماعت کا طالب علم تھا۔ وہ شہر سے دور ایک نئی بستی میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتا تھا۔ اسد کے والد کا انتقال چھے مہینے پہلے ہوا تھا۔ شوہر کی وفات کے بعد اسد کی والدہ نے سرکاری مکان خالی کر کے یہاں گھر بنالیا تھا۔ اسد کے والد ایک دیانت دار اعلا سرکاری ملازم تھے۔ نئے علاقے میں آنے کے بعد اسد کے لیے ایک دشواری پیدا ہوگئی۔ اب اُسے اسکول آنے جانے کے لیے کم از کم دو گھنٹے درکار ہوتے۔ اُس نے اس اسکول کے بجائے نئی آبادی کے نزدیک واقع کسی دوسرے تعلیمی ادارے میں داخلہ لینا اس لیے پسند نہ کیا کہ ایک تو وہ پہلی جماعت ہی سے یہاں زیرِ تعلیم تھا اور دوسری بات یہ تھی کہ وہاں اُس کے بہت سارے اچھے دوست تھے۔ کبھی کبھی سفر کی تھکن کی وجہ سے وہ چڑ چڑا ہو جاتا۔ آج بھی کچھ ایسا ہی ہوا، کیوں کہ آج بارش بھی ہو رہی تھی۔ اُس نے دروازے پر لگی گھنٹی بجائی۔ کچھ دیر دروازہ نہ کھلا تو اُس نے دروازے پر زور دار دستک دی۔ کچھ دیر بعد اُسے اُس کی امی کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی: ''ٹھیرو، آ رہی ہوں۔''

''امی! جلدی دروازہ کھولیے۔'' اسد نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔

اگلے لمحے دروازہ کھل گیا۔ اسد کی امی کا چہرہ اُترا اُترا لگ رہا تھا۔ کمر بھی کچھ جھکی جھکی سی تھی۔ اسد نے انھیں دیکھا تو جھلا کر کہا: ''امی! دروازہ کھولنے میں اتنی دیر لگا دی آپ نے؟''

اُس کی امی نے کراہتے ہوئے کہا: ''بیٹا! رات سے میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ آج صبح سے پورے بدن میں شدید درد ہو رہا ہے، بخار بھی ہے اور نزلہ کھانسی بھی۔''

پھر انھوں نے دیکھا کہ اسد تو بارش کے پانی میں بھیگ چکا ہے تو وہ جلدی سے بولیں:

''اسد! جلدی کرو بیٹا! اپنا لباس تبدیل کرو۔ دوسرے کپڑے پہن لو، ورنہ بیمار پڑ جاؤ گے۔''

''امی! میں کپڑے بدل کر آتا ہوں۔ آپ فوراً کھانا نکال دیں۔ سردی اور بھوک

سے میری جان نکلی جا رہی ہے۔''

کچھ دیر بعد وہ کھانے کی میز پر بیٹھا ہوا جلدی جلدی کھانا کھا رہا تھا۔ اُس کی امی قریب کے ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں اور اسے محبت بھری نظروں سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ وہ اتنی تیزی سے کھا رہا تھا کہ اُس کی امی تکلیف کے باوجود یہ منظر دیکھ کر مسکرا اُٹھیں۔ جب وہ کھانا کھا چکا تو اُس کی امی نے کہا: ''اسد بیٹا! یہ پرچا لو، میڈیکل اسٹور سے مجھے یہ دوا لا دو۔'' انھوں نے ایک چھوٹا سا کاغذ اُس کی طرف کرتے ہوئے کہا، لیکن اسد کاغذ کو واپس امی کی طرف پھینکتے ہوئے بولا: ''امی! آپ کو اپنی پڑی ہے، میرا حال نہیں دیکھتیں۔ شام کو ڈاکٹر کے پاس چلی جائیں۔''

''مگر بیٹا! کلینک تو رات کو نو بجے کھلتا ہے۔ میرا درد سے بُرا حال ہے۔ میڈیکل اسٹور زیادہ دور تو نہیں۔ میرے پیروں میں شدید درد ہے، ورنہ میں خود چلی جاتی۔'' وہ رو دینے کے انداز میں کہہ رہی تھیں۔ وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھیں کہ اسد اُن کی بات کاٹ کر

بولا: ''امی! دو گھنٹے بعد جاؤں گا۔ اس وقت تو مجھے سخت نیند آرہی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا اور کمبل لپیٹ کر سوگیا۔ وہ یہ نہ دیکھ سکا کہ جب اُس کی ماں اپنے کمرے میں جارہی تھیں تو درد اور تکلیف سے اُن کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے تھے۔

☆......☆......☆

وہ دو، ڈھائی برس پہلے کی ایک رات تھی۔ اسد کے اسکول کے ساتھیوں کے ساتھ پکنک پر گیا ہوا تھا۔ پکنک سے واپس آنے کا وقت مغرب کے بعد کا تھا، مگر اب تو رات کے دس بج رہے تھے اور اسد گھر نہیں پہنچا تھا۔ پکنک پارٹی میں اسد کے اسکول کے پرنسپل صاحب بھی شامل تھے۔ اسد کی امی نے موبائل فون پر اُن سے رابطہ کیا تو انھوں نے بتایا کہ آپ فکر نہ کریں، ہم واپس آرہے ہیں۔ راستے میں بس ایک چھوٹے سے حادثے کا شکار ہوگئی ہے۔ بچے تو محفوظ ہیں، البتہ بس کو خاصا نقصان پہنچا ہے، جس کی مرمت کی جارہی ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، ہم ان شاء اللہ ایک ایک بچے کو اُس کے گھر تک پہنچائیں گے۔ بچوں کے آرام کی خاطر اسکول میں اگلے روز کی چھٹی کا اعلان بھی کردیا گیا ہے۔

وہ تو اپنی بات کہہ گئے، لیکن اسد کی امی کو چین کہاں آتا، وہ رات آج کے دن سے زیادہ سرد تھی، ساتھ میں بارش بھی، جس نے اچھے اچھے بہادروں کو بھی گھروں پر رہنے پر مجبور کردیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسد کی امی کی بے کلی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

رات گیارہ بجے کے قریب پرنسپل صاحب نے فون پر انھیں بتایا کہ اب وہ اُن کے گھر کے قریب پہنچنے ہی والے ہیں۔ چوں کہ اُن کا مکان ایک تنگ گلی میں واقع تھا اور بس اُن کے مکان تک نہیں پہنچ سکتی تھی، اس لیے وہ بے تاب ہو کر گھر سے باہر نکلیں اور اسد کو اپنے ساتھ گھر تک لانے کے لیے تقریباً دوڑتی ہوئی گلی کے کونے تک جا پہنچیں۔ گھبراہٹ کے عالم میں وہ چھتری بھی ساتھ لے جانا بھول گئیں۔ اُن کے سر پر محض ایک گرم چادر تھی۔ چند لمحوں ہی میں وہ بارش کے ٹھنڈے ٹھنڈے پانی میں شرابور ہوگئیں۔ جیسے ہی اسد کی بس

وہاں آکر رکی اور اسد نیچے اُترا تو انھوں نے اُسے اپنی بانہوں میں لے لیا اور آدھی چادر اسد کے سر پر ڈال دی اور اُسے اچھی طرح ڈھانپ دیا اور خود بارش میں مزید بھیگ گئیں۔ اسد تو خیریت سے گھر واپس پہنچ گیا، لیکن اُس کی امی ٹھنڈے پانی میں بھیگنے کی وجہ سے تقریباً ایک ہفتے تک سخت کھانسی، نزلے اور بخار میں مبتلا رہیں۔

☆......☆......☆

اسد سونے کے لیے لیٹا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک اپنی ماں کی محبت کا یہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اب اسے اپنے چڑچڑے پن اور خود غرضی پر افسوس ہونے لگا۔ اُس نے کمبل پھینکا اور دوڑتا ہوا امی کے کمرے تک پہنچا، جہاں وہ درد سے کراہ رہی تھیں۔ اُس نے اپنی ماں کے پیر پکڑ کر رونا شروع کردیا۔ اُس دوران اُس کی زبان پر صرف ایک ہی جملہ تھا: ''امی...... امی! مجھے معاف کردیجیے، خدا کے لیے مجھے معاف کردیں۔''

اور چند لمحے بعد وہ میڈیکل اسٹور کی طرف دوڑا چلا جارہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں دواؤں کا نسخہ تھا۔ ☆

بلا عنوان انعامی کہانی

نظارت نصر

وہ اپنے وقت کے بہت مشہور قاضی (جج) تھے۔ وہ لوگوں کے جھگڑوں میں منصفانہ فیصلے دیا کرتے تھے۔ وہ فیصلے اتنی دانش مندی کے ساتھ کرتے تھے کہ دونوں فریق بخوشی ان کے فیصلوں کو مان لیا کرتے تھے۔ ان کے عدل وانصاف کی دور دور تک دھوم تھی۔ ان کی شہرت سن کر بادشاہ نے انھیں اپنے پاس بلایا اور کہا: ''ہم نے سنا ہے کہ آپ بہت اچھے فیصلے کرتے ہیں۔ ہم آپ کو شاہی قاضی بناتے ہیں۔ اب آپ یہیں رہیں گے اور فیصلے کریں گے۔''

قاضی صاحب نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور شاہی قاضی بن گئے۔ اب ملک میں کسی کا کوئی جھگڑا مقامی قاضی سے حل نہ ہوتا، وہ اسے دارالحکومت بھیج دیتے۔ اس طرح قاضی صاحب اس کے جھگڑے کا فیصلہ سناتے تھے۔ انھوں نے کبھی ناانصافی نہیں کی تھی، ہمیشہ درست فیصلہ دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آج تک ان کا کوئی فیصلہ غلط ثابت نہیں ہوا تھا۔

ایک دن وہ عدالت میں بیٹھے مقدمہ سن رہے تھے کہ باہر سے ایک شاہی پیادہ دوڑتا ہوا آیا۔ قاضی صاحب نے پوچھا: ''کیا بات ہے، تم اتنے بوکھلائے ہوئے کیوں ہو؟''

پیادے نے ادب سے عرض کیا: ''جناب! بادشاہ سلامت کا انتقال ہوگیا ہے۔ وزیراعظم آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔''

قاضی صاحب نے اسی وقت عدالت برخاست کی اور پیادے کے ہمراہ شاہی محل کی طرف روانہ ہوگئے۔

تدفین کے بعد وزیراعظم نے دوسرے کئی وزیروں کی موجودگی میں ایک مہر بند لفافہ ان کی طرف بڑھایا اور کہا: ''بادشاہ سلامت نے ایک وصیت تحریر فرمائی تھی۔ ان کی ہدایت کے پیش نظر میں آپ کو دے رہا ہوں۔ آپ اسے کھول کر پڑھیے۔''

قاضی صاحب نے سب کی موجودگی میں لفافہ کھولا اور وصیت کو باآواز بلند پڑھنا شروع کردیا۔ اس میں بادشاہ نے ملک کی سرحدوں سمیت تمام خزانہ اپنے تینوں بیٹوں میں برابر تقسیم کردیا تھا۔ اس طرح تین ملک علاحدہ علاحدہ بن گئے تھے، مگر ایک بڑا اور قیمتی ہیروں کا ہار ایک خفیہ جگہ چھپا دیا تھا۔ بادشاہ نے وصیت کی تھی کہ شہزادے، قاضی صاحب کی موجودگی میں وہ ہار برابر تقسیم کروالیں۔ بادشاہ کی وصیت میں اس خفیہ جگہ کا پتا بھی درج تھا۔ شہزادوں نے باری باری اپنے باپ کی آخری تحریر کو چوما اور پھر اسے واپس قاضی صاحب کے سپرد کردیا۔

وصیت کے مطابق دارالحکومت اور اس کے اردگرد کا علاقہ سب سے چھوٹے شہزادے کے حصے میں آیا تھا۔ چھوٹا شہزادہ قاضی صاحب کے پاس آیا۔ اُس نے کہا: ''میں آپ کو یہاں بدستور شاہی قاضی برقرار رکھتا ہوں۔ آپ اسی طرح فیصلے کرتے رہیے۔''

قاضی صاحب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پہلے کی طرح عدالت کا اجلاس شروع کرکے لوگوں کے مسئلے حل کرنے لگے۔ دونوں بڑے شہزادوں نے اپنے اپنے حصے کا خزانہ لے لیا

تھا۔ اب وہ اپنے اپنے علاقوں کو روانہ ہونے سے پہلے ہار میں سے اپنا حصہ بھی لینا چاہتے تھے۔ ایک دن تینوں شہزادوں نے قاضی صاحب اور چند وزیروں کو ساتھ لیا اور اس خفیہ جگہ پہنچ گئے، جس کا ذکر خط میں ان کے مرحوم باپ نے کیا تھا۔ قاضی صاحب کی اجازت سے وہ جگہ کھودی گئی۔ اندر سے ایک خوب صورت ڈبا برآمد ہوا۔ اسے کھولا گیا۔ اس میں بہت سے ہیرے بکھرے ہوئے ملے۔ ہار کی لڑی ٹوٹی ہوئی تھی۔ سب حیران رہ گئے۔ ایسا کس طرح ہوسکتا تھا۔ اس جگہ کا علم بادشاہ کے سوا کسی کو نہ تھا، پھر یہ ہار کس نے توڑ دیا۔

ایک وزیر نے کہا: ''اس ہار کو دوبارہ جوڑ کر دیکھو۔''

ہار کو جوڑا گیا، اس میں سے کچھ ہیرے کم نکلے۔ بڑے شہزادے نے غصے سے کہا: ''ہار ٹوٹا نہیں، بلکہ توڑا گیا ہے۔ اس میں سے زیادہ قیمتی ہیرے چُرا لیے گئے ہیں۔ ہمیں انصاف چاہیے۔''

وہ سب وہاں سے قاضی صاحب کے ساتھ عدالت میں پہنچ گئے۔ جس جس کو اس واقعے کی

خبر ہوئی، وہ بھی عدالت میں پہنچ گیا کہ دیکھیں قاضی صاحب اس الجھے ہوئے مسئلے کا حل کس طرح نکالتے ہیں۔ قاضی صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ اس جگہ کا علم کسی کو نہیں تھا۔ قاضی صاحب نے بادشاہ کی وصیت پڑھ کر اسی طرح مہر بند کر دی تھی۔ اسے دوبارہ انھوں نے شہزادوں کے سامنے آج ہی کھولا تھا، تاکہ وہ اس جگہ پہنچ کر اپنا حصہ لے سکیں، مگر ہیروں کے ہار میں سے کئی ہیرے پہلے ہی کسی نے نکال لیے تھے۔

قاضی صاحب نے شہزادوں سے کہا: ''میں سوچنے کے لیے کچھ وقت چاہتا ہوں۔ آپ سب لوگ کل تشریف لائیے، میں مقدمے کا فیصلہ سنا دوں گا۔''

سب لوگ لوٹ گئے۔ اگلے دن پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں لوگ اس انوکھے مقدمے کا فیصلہ سننے کے لیے عدالت میں جمع ہو گئے۔ تینوں شہزادے بھی وزیروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ قاضی صاحب عدالت کی کرسی پر بیٹھے اور بولے: ''معاف کرنا شہزادو! ایک اور مسئلہ بھی پیش نظر ہے۔ میں درست فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ سے مشورہ کر لوں۔ اس کے فیصلے کے بعد میں آپ کے مقدمے کا فیصلہ سناؤں گا۔''

اس کے بعد قاضی صاحب نے اس مسئلے کی تفصیل بتانا شروع کی:

ایک سفر میں دو دوست جا رہے تھے۔ ایک کی منزل آ گئی تو وہ دوسرے سے الگ ہو گیا۔ کافی آگے آ کر دوسرے دوست کو پتا چلا کہ اس کے سامان میں پہلے دوست کی اشرفیوں سے بھری تھیلی رہ گئی ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سفر سے واپسی کے بعد اپنے دوست کی امانت لوٹا دے گا۔ ابھی اس نے تھوڑا سفر ہی طے کیا تھا کہ اسے ڈاکوؤں نے روک لیا۔ اس شخص نے ڈاکوؤں کے سردار سے کہا: ''میں اپنے علاقے کا سردار ہوں۔ تمھیں اس تھیلی کی قیمت سے دگنی قیمت دوں گا۔ تم اسے مجھ سے نہ چھینو۔ یہ میرے دوست کی امانت ہے۔''

ڈاکوؤں کا سردار مان گیا۔ اس نے باقی سب مال اسباب چھین لیا اور وہ تھیلی اس کے پاس رہنے دی۔ جب ڈاکو جانے لگے تو اس آدمی نے ڈاکوؤں کے سردار سے درخواست کی کہ میں اس ویرانے میں بے یار و مددگار ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں زندہ نہ بچوں۔ تم یہ تھیلی میرے دوست تک پہنچا دو اور یہ خط میرے بھائی کو دینا، وہ تمھیں رقم ادا کر دے گا۔''

اس کے ساتھ ہی اس نے ڈاکوؤں کے سردار کو اپنے بھائی اور اپنے دوست کے گھر کا پتا بتا دیا۔ ڈاکو نے اپنے ساتھیوں کو روانہ کر دیا اور خود تھیلی لے کر اس شخص کے دوست کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا، کیوں کہ اس کا گھر پہلے آتا تھا۔ اس آدمی نے اپنی تھیلی پہچان لی۔ ڈاکو نے اپنا تعارف ایک مسافر کے طور پر کرایا تھا۔ اس آدمی نے کہا: ''یہ تھیلی ہے تو میری، مگر میں نے اپنے دوست کے نیک سلوک کی وجہ سے خوش ہو کر اپنے دوست کو دے دی تھی۔ اس نے ایک مرتبہ مشکل میں میری مدد کی تھی۔ تم یہ تھیلی لے جاؤ اور میرے دوست کو واپس کر دینا۔''

ڈاکو تھیلی لے کر لوٹ گیا اور دوسرے دوست کے حوالے کر دی۔ اب آپ بتائیں کہ ان تینوں میں سے سب سے اچھا عمل کس کا ہے؟'' قاضی نے شہزادوں سے پوچھا۔

بڑے شہزادے نے کہا: ''مجھے تو وہ آدمی بہت پسند آیا، جس نے اپنا دگنا مال ادا کیا، مگر دوست کی امانت کی حفاظت کی۔''

دوسرے شہزادے نے کہا: ''مجھے تو وہ خوددار شخص پسند آیا، جس نے دوست کے احسان کا بدلہ چکا دیا اور خود کو زیر بار نہیں رکھا۔''

چھوٹے شہزادے نے کہا: ''میرا خیال ہے کہ وہ ڈاکو لائق تعریف تھا، جس نے ہاتھ آئی رقم کو باحفاظت ایک سے دوسری جگہ پہنچایا، جب کہ خود آسانی سے یہ رقم رکھ سکتا تھا۔''

قاضی صاحب نے کہا: ''ٹھیک ہے۔ اب آپ اپنے مقدمے کا فیصلہ سنیے۔ چھوٹا شہزادہ مجرم ہے۔ ہیروں کے ہار سے قیمتی ہیرے چھوٹے شہزادے نے نکالے ہیں۔''

سب لوگ حیران رہ گئے۔ چھوٹے شہزادے نے شرمندگی کے ساتھ اپنا جرم قبول کر لیا۔ اس نے بتایا کہ جب اس نے چومنے کے لیے وصیت پکڑی تھی تو خفیہ جگہ کا پتا پڑھ لیا تھا۔ اس نے ہیرے بھی واپس کر دیے، لیکن وہ حیران تھا کہ قاضی صاحب کو کیسے پتا چلا کہ ہیرے اس نے نکالے ہیں۔

اس کے پوچھنے پر قاضی صاحب نے کہا: ''اس فرضی کہانی میں دونوں شہزادوں نے اپنی سوچ کے مطابق دونوں دوستوں کو اچھا قرار دیا، جب کہ آپ نے ایک ڈاکو کی تعریف کی تو میں سمجھ گیا کہ آپ چوری کرنا بُرا خیال نہیں کرتے۔ میرے اس شک کو تقویت اس بات نے بھی دی کہ آپ نے مجھے اپنا قاضی برقرار رکھا تھا، تاکہ میں فیصلہ کرتے ہوئے آپ کو رعایت دوں، مگر میں ناانصافی نہیں کر سکتا، اس لیے اپنے عہدے سے مستعفی ہو رہا ہوں۔''

چھوٹے شہزادے نے قاضی صاحب سے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ آیندہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اس نے قاضی صاحب سے درخواست کی کہ وہ پہلے کی طرح مقدمات کے فیصلے کرتے رہیں۔ قاضی صاحب نے شہزادے کی بات مان لی اور ایک مرتبہ پھر پہلے کی طرح فیصلے کرنے لگے۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۱ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸-اپریل ۲۰۱۲ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

بابِ علم

مختار اجمیری

علم سیکھو علم سکھاؤ — علم کا خوگر سب کو بناؤ

علم کے سورج کو چمکاؤ — تاریکی دنیا سے مٹاؤ

علم کا پڑھنا لکھنا بہتر — پڑھتے جاؤ ، لکھتے جاؤ

علم بٹے تو خود بڑھتا ہے — خرچ کرو اور خوب کماؤ

علم ہے خیر تو جہل میں شر ہے — شر سے بچو اور خیر مناؤ

پیار کرو چھوٹوں سے اپنے — اور بڑوں کے سائے میں آؤ

جینے کا بخشے یہ قرینہ — اور سلیقہ علم سے پاؤ

جہل کی تاریکی میں ہر پل — علم کی شمعیں جلائے جاؤ

علم محبت کا ہے حوالہ — نفرت کے ہر بُت کو گراؤ

دھرتی پر مختار اجمیری

علم کے پرچم کو لہراؤ

دنیا کے چند بڑے سائنس داں

اصغر رضا زیدی

✿ نویں صدی میں جابر بن حیان (JABIR BIN HAYYAN) نے گندھک کا تیزاب ایجاد کیا تھا۔

✿ ابو عثمان عمر جاحظ (ABU USMAN JAHIZ) نویں صدی عیسوی کے ماہر حیوانیات تھے۔ بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں ''کتاب الحیوان'' مشہور ہے۔

✿ محمد بن موسیٰ خوارزمی (AL-KHWARIZMI) مسلمان ماہر فلکیات اور ریاضی داں تھے۔

✿ ابو محمد زکریا الرازی (ZAKARIYYA AR-RAZI) دسویں صدی عیسوی کے طبیب، ماہر طبیعیات اور فلسفی تھے، جو ایٹم کے وجود کو تسلیم کرتے تھے۔

✿ الفارابی (AL-FARABEY) فلسفی، ریاضی داں اور موسیقار تھے۔ ان موضوعات پر انھوں نے کئی کتابیں لکھیں، جن سے بعد میں آنے والوں نے فائدہ اُٹھایا۔

✿ ابوالقاسم الزہراوی پہلے مسلمان سرجن، ماہر طب جنھوں نے بہت سے آلات جراحی ایجاد کیے، جو آج تک استعمال ہو رہے ہیں۔

✿ ابن الہیثم (IBN AL-HAYTHAM) گیارہویں صدی عیسوی کے ماہر چشم، ریاضی داں، جن کی تحقیق آج تک مستند مانی جاتی ہے۔

✿ ارشمیدس (ARCHIMEDES) نے دو سو سال قبلِ مسیح کرین بنائی تھی۔

✿ گیلیلیو گیلیلی (GALILEO GALILEI) نے ۱۶۰۹ء میں دوربین ایجاد کی۔

✿ سر آئزک نیوٹن (ISAAC NEWTON) نے زمین کی کشش کا راز معلوم کیا۔

✿ جیمز واٹ (JAMES WATT) غریب باپ کا لڑکا تھا، جس نے ۱۷۶۹ء بھاپ کا انجن ایجاد کیا۔

✿ جارج اسٹیفنسن (GEORGE STEPHENSON) کوئلے کی کان کے ایک انجینئر کا بیٹا تھا۔ اُس نے ۱۸۱۴ء میں بھاپ سے چلنے والا ریل کا انجن بنایا۔

✿ اسکاٹ لینڈ کے جان لوگی بیئرڈ (JOHN LOGIE BAIRD) نے ٹیلے وژن ایجاد کیا۔

✿ ایڈورڈ جینر (EDWARD JENNER) نے ۱۷۹۶ء میں چیچک کا ٹیکا ایجاد کیا۔

✿ اسکاٹ لینڈ کے الیگزینڈر گراہم بیل (ALEXANDER GRAHAM BELL) نے ۱۸۷۶ء میں ٹیلے فون ایجاد کیا۔

✿ ٹامس الوا ایڈیسن (THOMAS ALVA EDISON) نے ۱۸۷۹ء میں بجلی کا بلب ایجاد کیا۔

✿ جارج ایسٹ مین (GEORGE EASTMAN) نے ۱۸۸۴ء میں کیمرے کی فلم کوڈک ایجاد کی۔

✿ ولبر رائٹ (WILBUR WRIGHT) اور آرویل رائٹ (ORVILLE WRIGHT) دونوں بھائی تھے، جنھوں نے ہوائی جہاز ایجاد کیا۔

✿ خاتون سائنس داں میری کیوری (MARIE CURIE) نے ۱۹۰۳ء میں ریڈیم کی دریافت کی۔

✿ الیگزینڈر فلیمنگ (ALEXANDER FLEMING) ایک کسان کا بیٹا تھا۔ اُس نے ۱۹۴۱ء میں پینسلین دریافت کی۔ ☆

عمر خیام

مشہور مسلمان سائنس داں اور شاعر ابوالفتح عمر بن ابراہیم خیام ۱۰۳۹ء میں ایک خیمہ ساز ابراہیم کے گھر نیشا پور (ایران) میں پیدا ہوئے۔ خیمہ سازی کی وجہ سے خیام کہلائے۔ شاعر ہونے کی حیثیت سے انھوں نے لازوال رباعیات لکھی ہیں۔ ان کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ عمر خیام ہیئت داں اور ریاضی کے ماہر بھی تھے۔ ☆

معلوماتِ اقبال

مرتبہ: سعید عبدالخالق بھٹہ

۱۔ علامہ محمد اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ سنہ ہجری کی تاریخ ۳ ذی قعدہ ۱۲۹۴ تھی۔

۲۔ ''یارب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے'' یہ مشہور نظم علامہ اقبال نے سنہ ۱۹۱۲ء میں لکھی۔

۳۔ علامہ اقبال کی سو سالہ تقریبات کا جشن ۱۹۷۷ء میں منایا گیا۔

۴۔ علامہ اقبال کی سو سالہ تقریبات کا آغاز جناب ذوالفقار علی بھٹو نے آپ کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھا کر کیا۔

۵۔ علامہ اقبال کی مشہور کتاب ''پیامِ مشرق'' کا جرمن زبان میں ترجمہ ڈاکٹر این میری شمل نے کیا۔

۶۔ علامہ اقبال کے روحانی مرشد مولانا جلال الدین رومیؒ کا مزار قونیہ (ترکی) میں ہے۔

۷۔ علامہ اقبال نے اسپین (اندلس) کے تاریخی شہر قرطبہ میں ۱۹۳۲ء میں اپنی مشہور نظم ''مسجدِ قرطبہ'' لکھی تھی۔

۸۔ علامہ اقبال کے مشہور فارسی شعری مجموعے ''زبورِ عجم'' کا منظوم اردو ترجمہ عبدالعلیم صدیقی نے کیا۔

۹۔ علامہ اقبال ۱۴۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کو انجمن حمایت اسلام کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

۱۰۔ ۱۹۔ مئی ۱۹۳۴ء کو علامہ اقبال کو انجمن حمایت اسلام کا صدر مقرر کیا گیا۔

۱۱۔ افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ غازی نے علامہ اقبال کو افغانستان کے دورے کی دعوت دی تھی۔

۱۲۔ علامہ اقبال کے صاحب زادے جسٹس جاوید اقبال کی والدہ محترمہ سردار بیگم کا انتقال

۲۳ مئی ۱۹۳۵ء کو ہوا۔

۱۳۔ پنجاب یونی ورسٹی، علی گڑھ یونی ورسٹی اور الٰہ آباد یونی ورسٹی کی طرف سے علامہ اقبال کو ''ڈی لٹ'' کی اعزازی ڈگری دی گئی تھی۔

۱۴۔ علامہ اقبال نے ۱۸- مارچ ۱۹۳۳ء کو دہلی میں جامعہ ملیہ، دہلی کے جلسے کی صدارت کی تھی۔

۱۵۔ علامہ اقبال کی فارسی زبان میں کتاب ''پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق'' پہلی بار ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔

۱۶۔ علامہ اقبال نے اپنے مجموعۂ کلام ''بانگِ درا'' میں بچوں کے لیے کئی خوب صورت نظمیں لکھی ہیں۔

۱۷۔ مجموعۂ کلام ''ارمغانِ حجاز'' علامہ اقبال کی وفات کے بعد ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔

۱۸۔ علامہ اقبال نے ۱۸۹۷ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان پاس کیا، جن میں انگریزی، فلسفہ، عربی کے مضامین شامل تھے۔

۱۹۔ بچوں کے مشہور و مقبول رسالے ''ہمدرد نونہال'' نے اقبال نمبر ۱۹۷۷ء میں نکالا۔

۲۰۔ علامہ اقبال کے صاحب زادے جسٹس جاوید اقبال ۵- اکتوبر ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے۔

۲۱۔ میونخ یونی ورسٹی جرمنی نے علامہ اقبال کو پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری ۴ نومبر ۱۹۰۷ء کو دی۔

۲۲۔ ۱۹۱۱ء میں اردو کے مشہور شاعر علامہ شبلی نعمانی کی تحریک پر علامہ اقبال کو ''شاعرِ مشرق'' کا خطاب ملا۔

۲۳۔ علامہ اقبال نے بائیس سال کی عمر میں ایم اے کیا۔

☆☆☆

پہلی چوری

غلام حسین میمن

ڈاکٹر ساجد سے میرے تعلقات بہت پرانے تھے۔ میں اکثر علمی موضوعات پر گفتگو کے لیے اُن کے گھر جایا کرتا تھا۔ ایک دن وہاں ایک نئے لڑکے نے میرے لیے دروازہ کھولا۔ میں نے ڈاکٹر ساجد سے اُس کے بارے میں پوچھا تو وہ نہ جانے کیوں ٹال گئے۔

ڈاکٹر ساجد اپنے کلینک میں غریب مریضوں کا مفت علاج کرتے تھے اور انتہائی مستحق مریضوں کو بازار سے دوائیں بھی دلاتے تھے۔ میں اکثر غریب مریضوں کو اُن کے کلینک میں لے جاتا تھا۔ کچھ عرصے بعد میں نے اُسی لڑکے کو ڈاکٹر ساجد کے کلینک پر دیکھا کہ وہ مریضوں کا اندراج رجسٹر میں کر رہا تھا۔ اب وہ کافی اچھے انداز میں کام کر رہا تھا اور خوش خوش نظر آ رہا تھا۔

اُس دن کلینک میں مریض نہ ہونے کے برابر تھے اور ڈاکٹر ساجد بھی فارغ بیٹھے تھے۔ میں نے اپنے تجسس سے مجبور ہو کر اُن سے اس لڑکے کے بارے میں پوچھ ہی لیا۔ اس بار انھوں نے ٹالنے کے بجائے مجھے اس کے بارے میں بتانا شروع کیا: ''جمیل میاں! میرا بچپن اور جوانی غربت میں گزری ہے۔ کوئی چیز خریدنی ہوتو اس کے لیے کیا کیا جتن کیے جاتے ہیں اور چیز کے نہ ملنے پر صبر کا کس قدر مظاہرہ کیا جاتا ہے، یہ کوئی بے بس مجبوروں سے پوچھے۔ غربت کے دور میں میری جن جن لوگوں نے مدد کی، میں اُن کے لیے دعائیں ہی کرسکتا ہوں اور بدلے میں آج میں کسی قابل ہوں تو میں اپنے جیسے دوسرے غریب اور مستحق لوگوں کی مدد کر کے اس کام کو جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی موٹر سائیکل پر روزانہ کلینک آتا ہوں۔ اس دوران مجھے راستے میں کوئی بچہ، بزرگ یا

نوجوان مل جائے اور اشارہ کر کے مجھے کچھ دور تک چھوڑنے کی درخواست کرے تو میں انھیں ضرور بٹھالیتا ہوں۔ ایسا کر کے میں ایک عجیب سی روحانی خوشی محسوس کرتا ہوں۔ ایسے ہی ایک موقع پر مجھے نوید نے اشارہ کیا۔ یہ وہی بچہ ہے، جو باہر بیٹھا ہوا کام کر رہا ہے۔ نوید کو میں نے پیچھے بٹھا کر اُسے اس کی منزل پر اُتار دیا۔ اس لیے مجھے موبائل کی ضرورت محسوس ہوئی اور جب میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ نہیں تھا۔ میں نے فوراً ایک نظر نوید کی جانب ڈالی، جو ابھی اُتر کر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ میرے دیکھنے پر وہ گھبرا گیا۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ میری جیب سے موبائل اُسی نے نکالا ہے اور پھر پتا چلا کہ اُس کی یہ پہلی چوری ہے۔ ایسے موقع پر مجھے کیا کرنا چاہیے تھا؟'' یہ کہہ کر ڈاکٹر ساجد نے میری جانب دیکھا اور اپنے جواب کا انتظار کرنے لگے۔

میں انتہائی غور سے یہ کہانی سن رہا تھا، ایک دم سوال سن کر تھوڑا سا چونکا اور پھر کہا: ''میرے خیال میں تو آپ کو فوراً اُسے مار مار کر آدھ موا کر دینا چاہیے تھا یا پھر پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیتے۔''

''یہ جان کر بھی کہ یہ اُس کی پہلی چوری ہے؟'' ایک بار پھر انھوں نے مجھ سے سوال کیا۔

''جی ہاں، اس حرکت کی اُسے سزا تو ملنی چاہیے۔'' میں نے پورے یقین سے کہا۔

''یہی وہ بنیادی فرق ہے، جسے ہم نہیں سمجھ پا رہے۔''

ڈاکٹر ساجد نے ایک لمحہ رک کر پھر کہنا شروع کیا: ''اگر میں اُسے مار پیٹ کر پولیس کے حوالے کر دیتا تو وہ دوسرے مجرموں کے ساتھ رہ کر اور سزا پا کر خود بھی عادی مجرم بن کر نکلتا۔''

''تو پھر آپ نے کیا کیا؟'' میں نے فوراً ہی سوال کر دیا۔

''میں نے وہی کیا، جو بہتر سمجھا اور اُس کا نتیجہ تم آج دیکھ رہے ہو۔'' ڈاکٹر ساجد نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''میں نے اُس سے صرف اتنا کہا کہ میں نے تمھارے ساتھ بھلائی کی اور تم نے اس کا یہ صلہ دیا۔ یہ سن کر اُس کے چہرے پر آنسوؤں کی ایک لڑی بہنے لگی اور پھر اُس نے روتے ہوئے مجھے بتایا کہ ایک ذاتی مجبوری نے آج پہلی بار اُسے اس جرم پر اُکسایا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے مجھے تفصیل سے اپنے حالات سے آگاہ کیا۔ میں نے ایک بار پھر اُسے اپنی موٹر سائیکل پر بٹھایا اور اُس کی ضرورت کی کچھ چیز خرید کر دے دیں۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں تمھاری ملازمت کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو کل ہی مجھ سے مل سکتے ہو۔'' وہ آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

شام تک میں اس واقعے کو بھول چکا تھا۔ دوسرے دن نوید گھر آیا تو مجھے پھر وہ واقعہ یاد آ گیا۔ میں نے اسے گھر میں ملازم رکھ لیا۔ میرے گھر پر نوید نے انتہائی محنت سے کام کیا۔ اب میرے کلینک کے تمام معاملات سنبھالے ہوئے ہے۔ نوید اب تعلیم بھی حاصل کر رہا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ ایک اچھا انسان بن کر ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گا۔ تم ہی بتاؤ، کیا میں نے غلط کیا؟''

اس بار میرے لیے بحث کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ میں نے ڈاکٹر ساجد سے کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا، ورنہ ہمارا معاشرہ ایک شریف نوجوان کو بھی مجرم بنا دیتا۔

جب میں کلینک سے باہر نکل رہا تھا تو نوید کو دیکھا کہ وہ بڑی توجہ اور محنت سے اپنا کام کر رہا تھا۔ اُس وقت مجھے اُس پر رشک آیا کہ کس طرح ڈاکٹر ساجد نے اپنی اچھی سوچ سے اسے بھٹکنے سے بچا لیا اور معاشرے میں ایک اچھے انسان کا اضافہ ہو گیا۔

☆☆☆

خاص نمبر خاص نمبر خاص نمبر خاص نمبر

۶۰ سال سے ہر عمر کے نونہالوں کے پسندیدہ رسالے

ہمدرد نونہال

کا خاص نمبر

جون ۲۰۱۲ء میں شائع ہو رہا ہے

- انوکھی، سنسنی خیز، جادوئی، مزاحیہ اور اصلاحی کہانیاں
- شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کی مزے مزے کی مفید تحریریں
- محترمہ سعدیہ راشد کی خصوصی، سبق آموز تحریر
- مسعود احمد برکاتی کی اہم اور یاد رکھنے والی تحریریں
- اسلامی، تاریخی واقعات اور سائنس کی حیرت انگیز باتیں
- **اشتیاق احمد کا ایک خوب صورت ناول**
- نئی نئی معلومات اور حیران کر دینے والی خبریں
- خوب صورت، گنگناتی نظمیں اور کام آنے والے نادر اقوال
- کھلکھلاتے لطیفے، مسکراتے کارٹون، دل میں اُترنے والے اشعار

اس کے علاوہ بہت ساری دل چسپیاں

ساتھ میں ایک خوب صورت تحفہ بھی

قیمت کم اور تفریح زیادہ

اپنے اور دوستوں کے لیے اخبار والے سے ابھی کہہ دیں

کھلونا بازار

ادیب سمیع چمن اکبر آبادی

بندر بگل بجاتا ہے — ہاتھی سونڈ ہلاتا ہے
کان ہلاتا ہے خرگوش — کچھوا بھی ہے دوش بدوش

مینا چونچ ہلاتی ہے — دُم اپنی پھڑکاتی ہے
مرغی کوں کوں کرتی ہے — چڑیا چوں چوں کرتی ہے

چھک چھک کرتی ریل چلے — ریل یہ خیبر میل چلے
رنگ برنگی کاریں، بس — رکشے کھڑے ہیں پورے دس

ٹن ٹن کرتے اونٹ چلے — لمبی گردن خوب ہلے
فوجی ٹینک چلاتا ہے — گھوڑا ناچ دکھاتا ہے

گڈے، گڑیا کی جوڑی — لے لو رہ گئیں ہیں تھوڑی
کمپیوٹر کی آن نئی — دیکھو اس کی شان نئی

دیکھ کے جی بہلاتے ہیں
چمن جی للچاتے ہیں

علامہ اقبال - ایک وکیل

انتظار علی زاہد، سانگھڑ

علامہ اقبال بنیادی طور پر ایک دیانت دار وکیل تھے۔ وکیل بھی ایسے جو اپنے پیشے سے بہت مخلص تھے۔ ان کی ایمان داری، قناعت اور ذہانت کی بے شمار مثالیں اس سلسلے میں ملتی ہیں۔

ایک مرتبہ علامہ اقبال نے علامہ سید سلیمان ندوی سے خط لکھ کر پوچھا کہ لوگ مقدمات کی پیشی پر آتے ہیں تو پھل اور مٹھائیاں نذرانے کے طور پر لے کر آتے ہیں، جو فیس کے علاوہ ہوتا ہے۔ کیا یہ مال میرے لیے حلال ہے؟

علامہ کا یہ سوال ان کی ایمان داری کی عکاسی کرتا ہے۔

اسی طرح ایک بار پٹنہ کے ایک مال دار وکیل سی آر داس نے مقدمے کے کچھ فارسی کاغذات انگریزی میں ترجمے کے لیے علامہ اقبال کے پاس بھیجے۔ علامہ اقبال نے ایک ہی رات میں کام ختم کر کے واپس بھیج دیا۔ سی آر داس نے کہا:

''اگر آپ ترجمہ کرنے میں زیادہ دن لگاتے تو فیس زیادہ ملتی۔''

علامہ اقبال نے جواب دیا:

''رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ اُجرت حرام ہے جو کام کو بلاضرورت لمبا کر کے لی جائے۔''

کیا آج ہمارے وکیل صاحبان اس طرح کی ایمان داری اور قناعت کا مظاہرہ کرتے ہیں؟ ☆

ذرا سی غلطی

روبنسن سیموئیل گل

ہمارے دوست کاشف کی آج سال گرہ تھی۔ اسی خوشی میں کاشف نے ہوٹل میں ہم سب کو کھانے کی دعوت دی تھی۔ میرے اور کاشف کے علاوہ کامران، فہیم اور نذیر بھی اس ہوٹل میں موجود تھے، بس ایک دوست عرفان کا انتظار تھا۔ عرفان اپنے کسی کام سے شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ ہم نے جانے سے پہلے اسے خاص تاکید کر دی تھی کہ واپسی پر سیدھا ہوٹل پہنچے۔ آخر وہ ٹھیک وقت پر اپنا بھاری بھرکم بیگ کندھے پر لٹکائے ہوٹل کے دروازے سے داخل ہوا۔

فہیم بولا: ''تم دو دن کے لیے گئے تھے اور سامان اتنا زیادہ؟''

عرفان نے جواب دیا: ''واپسی پر کچھ خریداری بھی کی ہے، اس وجہ سے بیگ کافی بھر گیا۔''

باتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ کچھ دیر میں کھانا میز پر لگ گیا۔ ہوٹل میں اچھا خاصا ہجوم تھا۔

اچانک کھڑکی سے باہر دیکھ کر فہیم نے کہا: ''کاشف! تمھاری گاڑی کے گرد اچھی خاصی بھیڑ ہے اور وہ دیکھو! پولیس کی گاڑی بھی نظر آ رہی ہے۔''

کاشف اپنی نشست سے اُٹھ کر بے چینی سے باہر دیکھنے لگا، پھر بولا: ''یہ لوگ نہ جانے میری گاڑی کے گرد گھیرا ڈالے کیوں کھڑے ہیں۔ نہ جانے کیا مسئلہ ہے؟ شاید کوئی حادثہ ہوا ہے، جو اتنی پولیس اور لوگ جمع ہیں۔''

نذیر اُٹھتے ہوئے بولا: ''میں دیکھ کر آتا ہوں۔'' وہ گیا اور پھر اسی ہجوم میں تھوڑی دیر نظر آنے کے بعد نہ جانے کہاں کھو گیا۔ باقی دوست کچھ فکر مند ہوئے۔ عرفان اُٹھا اور بولا: ''میں دیکھ کر آتا ہوں۔''

اس کے ساتھ فہیم بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ کھانا تو بیچ میں ہی رہ گیا۔ ایک عجیب سلسلہ چل پڑا، جو کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

عرفان اور فہیم ہجوم میں داخل ہوئے، پھر پولیس والے اُن سے سخت انداز میں بات کرتے ہوئے نظر آئے۔

کاشف کھڑکی سے دیکھتے ہوئے بولا: ''گاڑی تو ہم نے بالکل صحیح جگہ پر کھڑی کی تھی اور ویسے بھی یہ ٹریفک پولیس نہیں ہے، یہ مسئلہ کچھ اور ہی ہے۔''

وہاں دو ایک ہی رنگ کی ایک جیسی کاریں آگے پیچھے کھڑی تھیں، جن کے پیچھے پولیس کی گاڑی تھی اور ان گاڑیوں کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا۔

کاشف، کامران اور میں بوکھلا گئے، کیوں کہ ہم نے عرفان، نذیر اور فہیم کو پولیس کی گاڑی میں بیٹھتے دیکھ لیا تھا۔ بے یقینی کی کیفیت میں ہم تینوں بھی گاڑی کی جانب چل پڑے۔ ہوٹل کے کچھ ملازمین اور راہگیر بھی یہ سارا تماشا دیکھنے میں مصروف تھے۔ ہم تینوں بھی اس جگہ پہنچے اور ایک پولیس والے سے پوچھنے لگے: ''بھائی صاحب! کیا مسئلہ ہے؟''

پولیس والے نے جواب دیا: ''یہ سامنے والی گاڑی میں رکھے ہوئے بیگ کا سارا مسئلہ ہے۔''

کامران جو تمام دوستوں میں کم گو تھا، بول اُٹھا: ''یہ تو عرفان کا بیگ ہے۔''

یہ سننا تھا کہ پولیس والے نے فوراً اسے گردن سے پکڑ لیا۔ کاشف تیزی سے بولا: ''مگر یہ والی گاڑی میری نہیں ہے۔''

پولیس والا چلایا: ''سر! یہ تینوں بھی ان کے ساتھی ہیں۔'' بس پھر کیا تھا، میں، کاشف اور کامران بھی پولیس کے مہمان بن چکے تھے۔

نذیر بولا: ''یہ تو ایک یادگار سال گرہ بن گئی۔''

کاشف کڑھتے ہوئے بولا: ''ہماری جان پر بنی ہوئی ہے اور تمھیں مذاق سوجھ رہا ہے۔''

یہ کیا ہو رہا تھا؟ ہم تمام دوستوں میں سے کوئی بھی یہ گتھی نہیں سلجھا پایا تھا۔

عرفان نے کہا: ''بیگ تو میرا ہی ہے، مگر یہ دوسری گاڑی میں کیسے پہنچ گیا، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی؟''

عرفان کی بات سن کر پولیس والا کرخت لہجے میں بولا: ''ابھی بات سمجھ میں آ جائے گی۔ ہمیں سمجھانا آتا ہے اور سب اگلوانا بھی آتا ہے۔''

سب دوست ٹھٹک کر رہ گئے۔ اسی لمحے پولیس انسپکٹر ایک ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ ہم سب دوستوں کے قریب آ گیا۔ وہ اپنے ساتھ آنے والے شخص سے بولا: ''سر! کیا آپ ان میں سے کسی کو جانتے ہیں؟''

وہ شخص بولا: ''یقین کیجیے، میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو انھیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔''

ہم سب دوست مجرموں کی طرح ایک دوسرے کو کھسیانے انداز میں دیکھ رہے تھے۔

کاشف نے ایک بار پھر انسپکٹر سے بات کرنے کی کوشش کی: ''سر! میری بات تو سنیے۔''

وہ تیزی سے بولا: ''بس بس، اب تھانے پہنچ کر ہی سنیں گے۔''

فہیم سے اب چپ نہ رہا گیا، وہ شرمندگی کے عالم میں کہنے لگا: ''ساری غلطی میری ہے۔''

ہم سب دوست حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

اس سے پہلے کہ ہم فہیم کی بات سمجھ پاتے، پولیس کی گاڑی حرکت میں آئی اور ہم سب تھوڑی دیر میں قریبی پولیس اسٹیشن پہنچ گئے۔ تھانے میں ہم سب کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا اور وہی شخص انسپکٹر کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ انسپکٹر ہم تمام دوستوں کو مخاطب کر کے بولا: ''ہاں بھئی! اب بتاؤ! یہ کیا شرارت تھی؟''

''شرارت؟'' تمام دوست حیرت سے ایک زبان ہو کر بولے۔

''ہاں بھئی! آخر تم لوگوں نے ان کی گاڑی میں وہ بیگ کیوں رکھا؟ کیا تمھیں آج کل کے حالات کا نہیں پتا؟''

عرفان بولا: ''سر! ہم حالات سے واقف ہیں اور وہ بیگ بھی ہمارا ہی ہے، مگر ہم نے ایسی کوئی شرارت نہیں کی۔ ہم تو خود حیران ہیں کہ بیگ ان کی گاڑی میں پہنچا کیسے؟''

فہیم شرمندگی سے بولا: ''سر! یہ میری غلطی ہے، مگر میں نے شرارتاً یا جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا، غلط فہمی کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔''

ہم سب اس کی جانب حیرت سے دیکھنے لگے۔

انسپکٹر نے پوچھا: ''کیسی غلط فہمی؟''

تب فہیم نے تفصیل بیان کی: ''سر! ہم وہاں بولنے کی کوشش کرتے رہے، مگر آپ نے موقع ہی نہیں دیا۔ دراصل ہمارا دوست عرفان شہر سے باہر گیا ہوا تھا اور اس دعوت میں شرکت کے لیے سیدھا ہوٹل ہی پہنچ گیا۔ وہی اپنے ساتھ یہ بیگ لے کر آیا تھا، جس میں اس کی ضرورت کی چند چیزیں تھیں، جو وہ خرید کر لایا تھا۔ آپ وہ سب کچھ پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔ بیگ میں کوئی ایسی مشکوک چیز نہیں ہے۔''

انسپکٹر بولا: ''وہ تو ٹھیک ہے، مگر ان صاحب کا کیا قصور ہے، جن کی گاڑی میں آپ نے وہ بیگ رکھا تھا۔ اسی لیے تو انھوں نے فوراً ہمیں بلالیا۔ ہم سب کا تو یہی خیال تھا کہ بیگ میں بم ہے۔''

فہیم پھر بولا: ''سر! ہم بے حد شرمندہ ہیں اور ان صاحب سے معذرت چاہتے ہیں۔ دراصل میں ہوٹل کے دروازے کے قریب بیٹھا تھا۔ عرفان آیا تو میں نے اسے کہا کہ اتنا بھاری بھرکم بیگ ہوٹل میں رکھنے کے بجائے گاڑی میں رکھنا بہتر ہوگا۔ میں نے بیگ اُٹھایا تو کاشف نے کہا کہ جلدی میں دروازہ کھلا رہ گیا ہے، بیگ پچھلی سیٹ پر رکھ دینا۔ جب میں بیگ لے کر نیچے آیا تو دو ایک ہی جیسی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ میں نے جلدی میں ان صاحب کی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا، جو بند نہیں تھا۔ میں نے بیگ رکھا اور دروازہ بند کر کے واپس چلا گیا۔''

انسپکٹر نے گاڑی کے مالک کو مخاطب کر کے پوچھا: ''کیا آپ نے گاڑی کا

دروازہ لاک نہیں کیا تھا؟''

''میں سامنے ہی موبائل کا بیلنس ڈلوانے گیا تھا تو سوچا، گاڑی کیا لاک کرنا، دکان سامنے ہی تو ہے، مگر جب واپس آیا تو پچھلی سیٹ پر بیگ دیکھ کر گھبرا گیا۔''

انسپکٹر بولا: ''سر! غلطی آپ کی بھی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ گاڑی سے اترتے وقت اور چلاتے ہوئے بھی دروازے لاک رکھا کریں۔''

ہم سب دوستوں کے چہروں پر اطمینان کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ اس شخص نے بھی معذرت چاہی تو فہیم ایک بار پھر بولا: ''سر! میں بھی معافی چاہتا ہوں کہ میری چھوٹی سی غلطی سے آپ کو اتنی زحمت اُٹھانا پڑی۔''

تھوڑی ہی دیر میں تمام دوست ہوٹل میں بیٹھے تھے۔ سب دوست فہیم کو کوس رہے تھے، مگر خوش بھی تھے کہ جلدی جان چھوٹ گئی۔ کھانا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

کاشف فہیم کو مخاطب کر کے بولا: ''تمھاری ذرا سی غلطی نے میری پچیسویں سالگرہ کو یادگار بنا دیا ہے۔''

یہ سن کر سب دوست ہنسنے لگے۔

☆☆☆

بعض نونہال پوچھتے ہیں کہ رسالہ ہمدرد نونہال ڈاک سے منگوانے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سالانہ قیمت ۳۲۰ روپے (رجسٹری سے ۴۴۰ روپے) منی آرڈر یا چیک سے بھیج کر اپنا نام پتا لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ کس مہینے سے رسالہ جاری کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن چوں کہ رسالہ کبھی کبھی ڈاک سے کھو بھی جاتا ہے، اس لیے رسالہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اخبار والے سے کہہ دیں کہ وہ ہر مہینے ہمدرد نونہال آپ کے گھر پہنچا دیا کرے ورنہ اسٹالوں اور دکانوں پر بھی ہمدرد نونہال ملتا ہے۔ وہاں سے ہر مہینے خرید لیا جائے۔ اس طرح پیسے بھی اکھٹے خرچ نہیں ہوں گے اور رسالہ بھی جلد مل جائے گا۔ **ہمدرد فاؤنڈیشن، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی**

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

علامہ اقبال

مرسلہ: طاہرہ شاہنواز علی، کراچی

☆ علامہ اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔

☆ علامہ اقبال کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔

☆ علامہ اقبال کے بڑے بھائی کا نام شیخ عطا محمد تھا۔ آپ کی چار بہنیں فاطمہ بی بی، طالع بی بی، کریم بی بی اور زینب بی بی تھیں۔

☆ علامہ اقبال کے والد کپڑے سلائی کا کام کرتے تھے۔ بعد میں ٹوپیاں تیار کر کے فروخت کرنے لگے۔

☆ علامہ اقبال نے تین شادیاں کی تھیں۔

☆ علامہ اقبال کے بیٹے جاوید اقبال اور بیٹی منیرہ بی بی کی والدہ سردار بیگم تھیں۔

☆ جاوید منزل کا مکان اور زمین پہلے سردار بیگم کے نام پر تھی، علامہ اقبال کے کہنے پر انھوں نے بیٹے جاوید اقبال کے نام منتقل کر دی۔

☆ جاوید منزل کی جاوید کے نام منتقلی کے بعد علامہ اقبال کرائے دار کی حیثیت سے کرایہ ادا کرتے رہے۔

☆ علامہ اقبال اپنے بیٹے جاوید کو ہر مہینے کی ۲۱ تاریخ کو کرایہ دیتے تھے۔

ترقی کا راز

مرسلہ: مومنہ رفیق، ملتان

ممتاز ادیب اشفاق احمد ایک واقعہ بیان کرتے ہیں: ''اٹلی میں ٹریفک پولیس نے میرا چالان کر دیا۔ مصروفیات کی وجہ سے چالان فیس وقت پر ادا نہ کر سکا تو کورٹ جانا پڑا۔ جج نے وجہ پوچھی تو میں نے جواب دیا کہ میں ایک استاد ہوں۔ مصروفیات کی وجہ سے وقت نہیں ملا۔ ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ جج صاحب نے بلند آواز میں کہا: ''ایک استاد اس وقت عدالت میں موجود ہے۔'' یہ سننا تھا کہ سب لوگ کھڑے ہو گئے، حتیٰ کہ جج صاحب

خود بھی کھڑے ہو گئے، معذرت کی اور پھر میرا ٹریفک چالان بھی منسوخ کر دیا۔"

اشفاق احمد کہتے ہیں: "اب مجھے اس قوم کی ترقی کا راز پتا چلا۔"

اردو

شاعر: سرور انبالوی

پسند: صومی محمد شاکر، نیو کراچی

کتنی شیریں زبان اردو ہے
اپنی ملت کی جان اردو ہے
روشنی اس سے تیرگی میں ہے
تازگی اس سے زندگی میں ہے
لعل و گوہر کا یہ خزینہ ہے
علم و حکمت کا یہ نگینہ ہے
آؤ، اردو کو حرزِ جاں کر لیں
اس کو ملت کا ترجماں کر لیں

ایک عجیب دن

مرسلہ: نثار خان آمازئی، میٹرو ول سائٹ

خلفاے بنو عباس کے دور میں ایک ایسا دن بھی گزرا ہے، جس میں ایک خلیفہ کا انتقال ہوا، دوسرا اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور تیسرا پیدا ہوا۔

مرنے والا عباسی خلیفہ مہدی کا بیٹا ہادی تھا۔ تخت نشین ہونے والا خلیفہ ہادی کا بھائی ہارون الرشید تھا اور پیدا ہونے والا خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا مامون الرشید تھا۔

اہم عالمی دن

مرسلہ: صبا عبدالستار شیخ، شکارپور

۱۔ ورلڈ اسکاؤٹنگ کا دن ۲۲ فروری۔
۲۔ عالمی یوم خواتین ۸ مارچ۔
۳۔ پانی کا عالمی دن ۲۲ مارچ۔
۴۔ عالمی یومِ سیاحت ۲۷ مارچ۔
۵۔ عالمی یوم صحت ۷۔ اپریل۔
۶۔ ورلڈ ارتھ ڈے ۲۲۔ اپریل۔
۷۔ محنت کشوں کا عالمی دن یکم مئی۔
۸۔ انسداد منشیات کا عالمی دن ۲۶ جون۔
۹۔ آبادی کا عالمی دن ۱۱۔ جولائی۔
۱۰۔ عالمی یوم خواندگی ۸ ستمبر۔
۱۱۔ استادوں کا عالمی دن ۵۔ اکتوبر۔
۱۲۔ سفید چھڑی کا عالمی دن ۱۵۔ اکتوبر۔
۱۳۔ اقوام متحدہ کا دن ۲۴۔ اکتوبر۔
۱۴۔ بچوں کا عالمی دن ۲۰ نومبر۔
۱۵۔ انسانی حقوق کا عالمی دن ۱۰۔ دسمبر

ارسطو اور سکندر

مرسلہ: شاکر زمان پیرخیلوی،

تاریخ میں ارسطو اور اس کے شاگرد سکندر بادشاہ کا نام بے حد مشہور ہے۔ ایک دفعہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر پر جا رہے تھے۔ راستہ دشوار تھا۔ چلتے چلتے راستے میں ایک گہری کھائی آ گئی۔ دونوں کے باہمی مشورے سے فیصلہ ہوا کہ گھوڑا دوڑا کر کھائی پار کی جائے۔ ارسطو نے سکندر سے کہا: "پہلے میں کھائی پار کرتا ہوں۔"

سکندر نے جواب دیا: "استاد محترم! پہلے میں کھائی کو پار کرتا ہوں۔ آپ بعد میں پار کیجیے۔"

ارسطو نے منع کیا، مگر سکندر نے ضد کی۔ آخر ارسطو نے اجازت دے دی۔ سکندر دور سے گھوڑا دوڑا کر لایا اور جست لگا کر کھائی کو پار کر گیا۔ اس کے بعد ارسطو نے بھی اسی طریقے سے کھائی پار کی۔ بعد میں ارسطو نے سکندر سے پوچھا: "اگر تم گر کر مر جاتے تو دنیا کو کون فتح کرتا؟"

سکندر نے جواب دیا: "اور اگر آپ مر جاتے تو یونان یتیم ہو جاتا۔"

ارسطو اپنے شاگرد کا جواب سن کر بہت خوش ہوا۔

بے چارے غریب

مرسلہ: ازکی راؤ عبدالغفار، کراچی

ایک امیر گھر کی لڑکی کو غریب گھر پر مضمون لکھنے کو دیا گیا، اس نے جو مضمون لکھا، وہ کچھ یوں تھا:

"ایک پرانے بنگلے میں چار افراد رہتے تھے۔ وہ بہت غریب تھے۔ ان کا ڈرائیور بھی غریب، خانساماں بھی غریب، چوکیدار بھی غریب اور ان کی ماسی بھی غریب تھی۔ ان کے پاس پرانے ماڈل کی صرف تین گاڑیاں تھیں۔ بچوں کے پاس پرانے موبائل فون تھے۔ ان کے گھر ہفتے میں صرف چھے بار گوشت پکتا تھا۔ وہ ہفتے میں صرف تین بار کپڑے خریدنے کے لیے بازار جاتے تھے۔ بے چارے بہت غریب تھے۔"

شکست اور فتح

مرسلہ: مہک اکرم، لیاقت آباد

گوتم بدھ نے اس شخص کو حیرت سے

دیکھا، جو اپنے دشمن کے خلاف انتقامی منصوبہ بنا رہا تھا اور اسے نیچا دکھانے کی فکر میں تھا۔ گوتم بدھ نے اس شخص سے پوچھا: ''کیا واقعی اس طرح تو اس سے انتقام لے سکتا ہے؟''

اس شخص نے جواب دیا: ''میں اس سے اسی طرح انتقام لوں گا۔''

گوتم بدھ نے کہا: ''تیرا خیال غلط ہے۔ لڑائی ختم کرنے کے لیے لڑائی سے کام نہیں لیا جاسکتا۔ کڑواہٹ کا خاتمہ مٹھاس سے ہوتا ہے۔ وہ نادان ہے جو نفرت کو نفرت سے، ناراضی کو ناراضی سے، بُرائی کو بُرائی سے، شرارت کو شرارت سے اور جھوٹ کو جھوٹ سے ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بھلا آگ کیسے آگ کو بجھا سکتی ہے؟''

کون کیا کیا تھا

مرسلہ: شیخ حسن جاوید، کورنگی

* ترکی کے کمال رہنما اتاترک ایک کلرک کے بیٹے تھے۔
* امریکا کے صدر ہنری ٹرومین بچپن میں اخبار بیچا کرتے تھے۔
* یونان کے مشہور فلسفی سقراط ایک معمار کے بیٹے تھے۔
* اٹلی کے حکمران میسولینی کے والد ایک لوہار تھے۔
* مشہور سائنس داں آئزک نیوٹن غریب کسان کے بیٹے تھے۔
* امریکی صدر آئزن ہاور ایک اخبار فروش تھے۔
* روس کے صدر اسٹالن ایک موچی کے بیٹے تھے۔
* ایرانی فاتح نادر شاہ ایک چرواہے کے بیٹے تھے۔
* موٹروں کے سب سے بڑے کارخانے کے مالک ہنری فورڈ ایک چھوٹی سی دکان پر ملازم تھے۔
* مشہور باکسر محمد علی ایک پینٹر کے بیٹے تھے۔
* امریکی صدر جمی کارٹر پہلے مونگ پھلی کا کاروبار کرتے تھے۔

☆☆☆

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

سبرینہ رضوان احمد، حیدرآباد — آئمہ ایوب، اسلام آباد
شہربانو احمد، راولپنڈی — محمد احتشام کاظم، شیخوپورہ
اسما کنول، رحیم یار خان — محمد شہریار، شاہ کوٹ
عبید ابدالی، کراچی — حافظ حامد عبدالباقی، حویلیاں

اچھا انسان

سبرینہ رضوان احمد، حیدرآباد

استاد کمرے میں داخل ہوئے اور سلام کا جواب دینے کے بعد بولے: ''بچو! آج پڑھائی سے پہلے پوچھنا چاہوں گا کہ آپ اپنی زندگی میں کیا بننا چاہتے ہیں۔ ہر بچہ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرے گا۔ سب سے پہلے حماد! تم بتاؤ، تم بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہو؟''

حماد بہت شریر تھا، اس لیے وہ کلاس میں ناپسند کیا جاتا تھا۔ اسے اپنی دولت پر ناز تھا۔ سوال سن کر وہ بولا: ''سر! میں تو بڑا ہو کر اپنے ابو کے پیسے پر عیش کروں گا، کیوں کہ ہمارے پاس اتنا پیسہ ہے کہ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔''

استاد نے نہایت شائستگی سے حماد کو سمجھایا: ''دیکھو حماد بیٹا! دولت پر اتنا انحصار نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے کر بھی آزماتا ہے اور چاہے تو واپس بھی لے لیتا ہے۔''

استاد نے دوسرے بچے سے پوچھا: ''فرقان! تم بتاؤ، تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟''

فرقان نے کہا: ''سر! میں بڑا ہو کر ڈاکٹر بنوں گا، کیوں کہ میری امی مجھے ڈاکٹر بنانا چاہتی ہیں۔''

اچھا بشیر! تم بتاؤ، تمھارے کیا ارادے ہیں؟''

''ابھی تو کچھ نہیں پتا سر! جو کام ابا کرتے ہیں، وہی کرنا پڑے گا۔ اس ملک میں بے روزگاری اتنی ہے کہ پتا نہیں اچھی نوکری ملے گی بھی یا نہیں۔'' بشیر نے نہایت افسردگی سے کہا۔

''تمھارے ابو کیا کام کرتے ہیں؟'' استاد نے دھیما لہجہ اختیار کیا۔

''سر! رکشا چلاتے ہیں۔'' بشیر نے سر جھکا کر جواب دیا۔

استاد نے سمجھایا: ''دیکھو بشیر! کوئی بھی کام چھوٹا یا بڑا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ محنت کرنے والے کو ضرور کام یاب کرتا ہے۔ آگے بڑھنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔''

استاد نے کلاس کے بچوں کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے آخر میں صائم سے پوچھا: ''اچھا صائم! تم بھی اظہارِ خیال کرو۔''

صائم کلاس کا سب سے نیک طالب علم تھا۔ صائم نے نہایت سعادت مندی سے جواب دیا: ''سر! میرے خیال میں ہمیں سب سے پہلے ایک اچھا انسان بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر ہم اعلا کردار کے مالک بن گئے تو کام یابی ہمارے قدموں میں ہوگی۔ ہمیں اپنے ارادے نیک رکھنے چاہییں۔''

یہ باتیں سن کر حماد کا سر ندامت سے جھک گیا تھا۔ شاید اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔ جیسے ہی صائم خاموش ہوا، پورا کلاس روم تالیوں سے گونج اُٹھا۔

ہم نے سائیکل چلائی

شہربانو احمد، راولپنڈی

ہمارا قد ابھی اتنا بڑا نہیں تھا کہ پیر آسانی کے ساتھ سائیکل کے پیڈل تک پہنچ سکتے، لیکن سائیکل چلانے کا شوق اتنا تھا کہ ہر وقت اسی کا تذکرہ زبان پر رہتا اور رات کو خواب بھی دیکھتے تو سائیکل کے۔ بات یہ تھی کہ سڑکوں پر اپنے دوستوں کو سائیکل پر مزے سے سواری کرتے دیکھتے تھے اور کلیجہ تھام کر رہ جاتے تھے کہ ایک یہ ہیں جن کو زندگی کا لطف حاصل ہے اور ایک ہم بدنصیب ہیں کہ ہماری قسمت میں اور کچھ سب کچھ ہے سائیکل کے سوا۔ ابا جی کو ہماری دلی کیفیت کا علم تھا اور کسی نہ کسی طرح ہمیں مطمئن کرنے کی فکر میں لگے رہتے۔

آخر یہ طے پایا گیا کہ ہم کسی پرانی سائیکل پر چلانے کی مشق کرلیں تو نئی خرید لی جائے گی۔

ایک دن کوئی صاحب سائیکل پر سوار ہو کر ابا جی سے ملنے آئے تو ان کی سائیکل ہمارے کام آئی۔ سائیکل لے کر سڑک پر پہنچے اور سیکھنے کی بسم اللہ کردی۔

سائیکل کے پیڈل پر بایاں پیر رکھ کر داہنا پیر اُٹھایا ہی تھا کہ وہ آگے چلنے کے بجائے لہرا کر لیٹ گئی۔ پھر ہم خود بھی زمین پر لیٹے نظر آئے۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر ہم مردانہ وار اُٹھے، کپڑے جھاڑے اور بہادرانہ شان سے سائیکل کو اُٹھا کر پھر کوشش کی۔ اس مرتبہ سائیکل تھوڑی دور چل کر خود بخود لڑکھڑائی اور ایک جھٹکے کے ساتھ اسی طرح گری کہ ہم سائیکل کو ہاتھ میں لیے قلابازی کھا گئے۔ تھوڑی سی چوٹ بھی آئی۔ ہاتھوں سے گھٹنوں کو سہلاتے ہوئے ہم نے پھر مشق کی اور یہ مشق کام یاب رہی، اس لیے کہ اس بار ہم خود گرنے کی بجائے سائیکل کو گرا کر خود الگ کھڑے ہوگئے۔ پھر ہمت کی اور سائیکل کو اُٹھا کر چلے، لیکن اب کی مرتبہ سائیکل سڑک پر آرام فرمانے والے ایک گدھے سے ٹکرا کر خود ایک طرف ہوگئی اور ہمیں گدھے کا سہارا لے کر اسی کی پیٹھ پر بیٹھنا پڑا۔

گدھے کے اُٹھنے سے پہلے ہم اُٹھے اور سائیکل کو اس عزم کے ساتھ اُٹھایا کہ دیکھیں، کہاں تک گرتی ہے۔ غصے میں سائیکل اُٹھا کر بار بار مشق کرتے۔ اس سے اتنا تو ہوا کہ سائیکل گرنے سے پہلے ہم سنبھل جاتے اور چوٹ سے بچ جاتے۔

ہماری مشق اس حد تک پہنچ چکی تو ہم ایک درخت کے سہارے سے گدی پر بیٹھ گئے، لیکن سائیکل کے روانہ ہوتے ہی معلوم نہیں وہ دھوبنیں کہاں سے اس سڑک پر آ گئیں، لاکھ چیخے چلائے، ہٹو بچو، مگر جدھر وہ ہٹتیں، اسی طرف سائیکل بھی مڑ جاتی اور آخر ایک دھوبن کی گٹھڑی سے اُلجھ کر ہم بھی گرے، سائیکل بھی گری۔ دھوبن گٹھڑی سمیت چاروں شانے چت ہوگئی۔ وہ یقیناً مری نہیں تھی، اس لیے ہمیں برابر کوس رہی تھی اور ہم اس کی

خوشامد کر رہے تھے۔ بڑی مشکل سے وہاں سے جان چھڑائی اور ارادہ کر لیا کہ اب سوار نہ ہوں گے، مگر دل نے پھر اُکسایا۔

پھر ایک مرتبہ ہمت کی اور سائیکل پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ چوں کہ اُترنا نہیں آتا تھا، لہٰذا یہ ضروری تھا کہ کہیں نہ کہیں گریں اور ایسی جگہ گریں، جہاں چوٹ بھی نہ لگے اور گالیاں بھی نہ کھائیں۔ دل لرز رہا تھا کہ دیکھیے، کیا ہونا ہے، لیکن سائیکل کی تیز رفتاری نے تھوڑی دیر میں اس کا فیصلہ کر دیا اور ہمیں ایک نہایت محترم بزرگ سے اس بُری طرح لڑایا کہ خود تو کم بخت الگ جا پڑی اور ہمیں بڑے میاں کے عین اوپر گرایا۔ وہ بے چارے وظیفہ پڑھنے میں محو تھے کہ یہ ناگہانی آفت آئی اور وہ منھ کے بل گرے۔ شاید وہ ہمیں موت کا فرشتہ سمجھے ہوں گے، اس لیے کہ ہم نے اپنے ہوش بحال ہونے کے بعد ان کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنا اور خود کو ان کی پیٹھ پر سوار پایا۔

ہم جلدی سے اُٹھے اور ان کو نہایت عزت سے اُٹھا کر معافی چاہی، لیکن وہ بے چارے کچھ نہ بولے اور غصے سے صرف گھورنے لگے۔ ہم نے جب یہ عالم دیکھا تو ان کو گھورتا چھوڑ کر سائیکل کی طرف متوجہ ہوئے، لیکن اب اس کا یہ حال تھا کہ ہنڈل گھوم کر دوسری طرف ہو گیا تھا۔

قصہ مختصر بار بار کوشش کرتے رہے تو آخر سائیکل چلانا آ ہی گئی اور ابو نے حسبِ وعدہ ہمیں نئی سائیکل دلا دی اور ہمارے خوابوں کو تعبیر مل گئی۔

نیک عمل

اسما کنول، رحیم یار خان

ایک دن ایک بزرگ کسی نخلستان سے گزر رہے تھے کہ ایک غلام کو بکریاں چراتے ہوئے دیکھا۔ اُس زمانے میں غلاموں کی تجارت کھلے عام ہوا کرتی تھی۔ جس طرح ہمارے ہاں مویشی منڈی، بکرا منڈی لگتی ہے، جانور خریدے اور بیچے جاتے ہیں، بالکل اسی طرح انسانوں کو کھلے عام خریدا اور فروخت کیا جاتا تھا اور اُن کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔

بزرگ نے دیکھا کہ ایک کتا غلام کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور غلام کا منھ تکنے لگا، غلام نے اپنی چادر سے ایک روٹی نکالی اور اُس کتے کے آگے ڈال دی، کتا اُس کو کھا گیا اور پہلے کی طرح پھر اُس کا منھ تکنے لگا۔ غلام نے ایک اور روٹی نکالی اور کتے کے آگے پھینک دی۔ کتا اُسے بھی کھا گیا اور پہلے طرح پھر غلام کا منھ تکنے لگا۔ غلام نے اپنے حصے کی تیسری اور آخری روٹی بھی کتے کے آگے ڈال دی۔

بزرگ یہ دیکھ کر غلام کی طرف گئے اور غلام سے پوچھا: ''تجھے ایک وقت میں کتنی روٹیاں ملتی ہیں؟''

غلام نے کہا: ''تین۔''

انھوں نے کہا: ''تُو آج کیا کھائے گا؟ تُو نے اپنے حصے کی سب روٹیاں کتے کو ڈال دی ہیں۔''

غلام نے جواب دیا: ''یہ کتا کہیں باہر سے آ نکلا ہے اور اس علاقے میں اجنبی ہے۔ میرا دل نہیں مانا کہ صبح میں اسے بھوکا رکھوں۔ میں شام تک صبر کر سکتا ہوں۔'' غلام کی اس بات نے بزرگ پر خاص اثر کیا۔ انھوں نے اُس غلام کو اُس کے مالک سے خرید کر آزاد کر دیا اور وہ نخلستان بھی خرید کر اُس غلام کے حوالے کر دیا۔

یہ دونوں بلند کردار لوگ تھے۔ یہ اسلام ہے، جو ہمیں بھائی چارے، رحم دلی اور دوسروں کی مدد کا سبق سکھاتا ہے۔

آ گئی گرمی

مرسلہ: عبید ابدالی، کراچی

آ گئی آ گئی دیکھو گرمی
بچے چیخے امی امی
جلدی جلدی فین چلاؤ
گرمی کو بس دور بھگاؤ
ٹھنڈا شربت بنا کے پلاؤ
خود بھی پیو اور سب کو پلاؤ
اللہ میاں! سن میری دعا
گرمی کو تُو دور بھگا

نوجوان نسل اور فلمیں

آئمہ ایوب، اسلام آباد

دنیا کی ترقی میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے۔ جہاں انسان ترقی کرنے میں مصروف ہے، وہیں اسے تفریح کی بھی ضرورت رہتی ہے۔ آج کل تفریح کا سب سے آسان ذریعہ فلم دیکھنا ہے۔ آج کل کی نوجوان نسل کو تو اس کا شوق ہی نہیں، بلکہ جنون ہے۔ یہ ان کا اوڑھنا، بچھونا ہی بن گئی۔ ان کا حلیہ فلمی کرداروں جیسا ہوتا ہے۔ فیشن کا شوق لڑکیوں سے لڑکوں میں بھی منتقل ہو گیا ہے اور تعلیم پر توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ اس سے نقصان نوجوانوں کا ہی ہوتا ہے۔ فلم دیکھنے کے لیے پیسے تو ضائع ہو ہی رہے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ اس سے نوجوان کا مستقبل بھی تباہ ہو رہا ہے۔ اس قیمتی وقت کو استعمال کر کے اپنے اور اپنے ملک کے لیے کچھ بہتر کیا جا سکتا ہے۔

فلم نوجوان کے اخلاق پر بھی بُرا اثر ڈالتی ہے۔ سائنس نے بھی یہ ثابت کر دی ہے کہ لوگ جو کئی کئی گھنٹے فلمیں دیکھتے ہیں، اس سے وہ نفسیاتی امراض کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔

جو نوجوان تعلیم پر توجہ دے رہے ہیں، کام یاب ہو رہے ہیں۔ آج بھی کئی بڑے اور غیر معمولی کام نوجوان نسل نے ہی انجام دیے ہیں۔ نوجوان کا سب سے قیمتی سرمایہ ان کا وقت ہے، جو وہ فلموں کی نذر کر رہے ہیں اور انھیں اندازہ ہی نہیں کہ وہ اپنے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔

اُدھار

محمد احتشام کاظم، شیخوپورہ

کسی گاؤں میں بہت غریب شخص دلدار رہتا تھا۔ اس کے گھر میں اکثر فاقے رہتے۔ کبھی کبھار ہی پیٹ بھر کر کھانے کے لیے روٹی میسر ہوتی۔ ایک دن دلدار نے ایک شخص سے اُدھار پیسے مانگے، اُس شخص نے کہا: ”میرے پاس صرف ایک ہزار روپے ہیں، جس کا مجھے ایک بیل خریدنا ہے، اگر تم مجھے اگلے مہینے تک پیسے واپس لوٹا دو تو میں تمھیں پیسے دینے کے لیے تیار ہوں۔“

دلدار نے پیسے لے لیے اور ایک مہینے

کے بعد پیسے واپس کرنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ ایک مہینے کے بعد وہ شخص اپنے پیسے واپس لینے کے لیے آیا تو دلدار نے بتایا کہ اُس کے پاس تو روٹی کے لیے بھی پیسے نہیں ہیں۔

امیر آدمی نے کہا: ”اگر تمھارے پاس پیسے نہیں تو میرے ساتھ آؤ۔“

اس شخص نے بے چارے دلدار کو ہل کے آگے کھڑا کر دیا۔ ہل میں دو بیل جوتتے ہیں، اس نے ایک طرف بیل اور دوسری طرف دلدار کو جوت دیا۔ دن گزرتے گئے اور دلدار بے چارہ سخت دھوپ میں کھیتوں میں ہل چلاتا۔ غریب دلدار صرف یہی کہتا رہتا: ”وہ دن نہیں رہے تو یہ بھی نہیں رہیں گے۔“

کافی عرصہ بیت گیا۔ ایک دن ایک امیر آدمی وہاں سے گزرا۔ کھیت کے اندر ہل میں ایک طرف بیل اور دوسری طرف انسان کو دیکھا تو اُس نے حیران ہو کر دلدار سے پوچھا: ”یہ کیا، ایک طرف انسان اور دوسری طرف بیل، ایسا کیوں؟“

غریب دلدار نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی سنا دی۔ اُس شخص کو بڑا دکھ ہوا اور اس نے ہزار روپے دے کر اُسے چھڑانا چاہا تو دلدار نے کہا: ”رہنے دو، پہلے اس سے ایک ہزار روپے اُدھار لیے اور وہ مجھ سے ایسا سلوک کر رہا ہے، اگر تم سے لے کر اسے دوں گا تو پتا نہیں تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔“

امیر آدمی نے اسے یقین دلایا کہ جب کبھی تمھارے پاس پیسے ہوں، تم مجھے دے دینا۔ آخر اس نے ہزار روپے دے کر اسے چھڑا لیا اور وہ پھر سے مزدوری کرنے لگا اور یہی کہتا: ”وہ دن نہیں رہے تو یہ دن بھی نہیں رہیں گے۔“

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ مدت بعد دلدار امیر ہو گیا اور اپنے گاؤں کا چودھری بن گیا۔ ایک دن وہی شخص جس نے ہزار روپے دے کر اس کی جان چھڑائی تھی، آیا اور لوگوں سے پوچھا: ”یہاں ایک غریب آدمی دلدار نامی رہتا تھا، اُس کا کسی کو پتا ہے؟“ لوگوں نے کہا: ”غریب دلدار کا تو معلوم نہیں، البتہ گاؤں کے چودھری کا نام بھی دلدار ہے۔“

وہ شخص چودھری دلدار کے پاس گیا تو

ولدار نے اُس شخص کو پہچان کر اس کا پُر جوش استقبال کیا اور اس کی خاطر مدارت کی اور اس کے ہزار رپے بھی لوٹا دیے۔ ولدار نے کہا: ''واقعی سب دن ایک سے نہیں ہوتے۔''

مہمان نے کہا: ''واقعی تم ٹھیک کہتے ہو۔''

ہر نیک کام عبادت ہے

محمد شہر یار، شاہ کوٹ

ایک دفعہ ایک شخص کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ وہ اپنی بے مقصد زندگی کو ایک اچھی زندگی بنائے۔ اسی خیال سے وہ ایک بزرگ کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ ایک نیک زندگی گزار کر اپنے گناہوں کا ازالہ چاہتا ہے۔ بزرگ نے اس آدمی سے کہا کہ وہ درخت سے ایک ٹہنی توڑ لے اور اس کو زمین میں گاڑ دے اور دن رات عبادت کرتا رہے، جب وہ ٹہنی سبز ہو جائے گی تو اس سے گناہ ختم جائیں گے۔

چناں چہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور درخت سے ایک ٹہنی توڑ کر زمین میں گاڑ دی اور دن رات عبادت کرنے لگا۔ اسی طرح بہت دن ہو گئے۔ ایک دن وہاں ایک اور آدمی آیا۔ اس نے پہلے آدمی کو اس حالت میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ وہ یہ کیا کر رہا ہے؟ پہلے آدمی نے اسے وہ ساری بات بتائی، جو اسے بزرگ نے بتائی تھی۔

دوسرا آدمی بھی درخت سے ٹہنی توڑ کر اسے زمین میں لگا کر پہلے آدمی کے پاس عبادت میں مشغول ہو گیا۔ ان دونوں کو عبادت کرتے ہوئے بہت دن ہو گئے، لیکن ان میں سے کسی کی ٹہنی سبز نہ ہوئی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ دونوں عبادت کر رہے تھے کہ ان کو ایک بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ دونوں نے بچے کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنی عبادت میں مصروف رہے۔ آواز قریب آتی گئی۔ دونوں نے دیکھا کہ ایک بچہ پیاس سے بلک رہا تھا۔ شاید وہ جنگل میں کھو گیا تھا۔

دوسرے آدمی کو بچے پر ترس آ گیا اور اس بچے کو پانی پلانے کا فیصلہ کیا اور ندی کی طرف جانے لگا۔ پہلے آدمی نے اسے روک لیا

اور اس سے کہا: ''اس سے ہماری عبادت میں خلل پڑے گا۔''

لیکن دوسرے آدمی نے اس کی کوئی بات نہ سنی اور بچے کو اُٹھا کر ندی کنارے لے گیا اور اسے پانی پلایا۔ وہ بچے کو پانی پلا کر واپس آیا تو دیکھا کہ اس کی ٹہنی سبز تھی، جب کہ پہلے آدمی کی ٹہنی سوکھی ہوئی تھی۔

وہ دونوں دوبارہ اپنے بزرگ کے پاس گئے اور انھیں سارا قصہ سنایا تو بزرگ نے کہا: ''صرف خدا کا نام ہی لینے کو عبادت نہیں کہتے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہر نیک کام عبادت ہے، یعنی اگر تم دوسروں کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمھاری عبادت ہوگی۔''

یہ بات دونوں کی سمجھ میں آ گئی اور انھوں نے آیندہ عبادت کے ساتھ ساتھ نیک کام کرنے بھی شروع کر دیے۔

مچھیرے کا انعام

حافظ حامد عبدالباقی، حویلیاں

ایک بادشاہ بہت انصاف پسند تھا۔ اس کی رعایا اس سے بہت خوش تھی۔ وہ ہر روز دربار لگاتا اور رات کو بھیس بدل کر رعایا کا حال معلوم کرتا تھا۔ ایک دن بادشاہ دربار لگائے بیٹھا تھا کہ اس کے پاس ایک مچھیرا آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی مچھلی تھی۔ بادشاہ مچھلی دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پوچھا: ''اس کی قیمت کیا ہے؟''

مچھیرے نے جواب دیا: ''حضور! میری پیٹھ پر ایک سو کوڑے لگا دیے جائیں۔ یہی اس کی قیمت ہے۔''

بادشاہ یہ سن کر حیران رہ گیا، بولا: ''لیکن یہ تو سراسر ظلم ہے۔ ایک تو تم ہمارے لیے مچھلی لائے ہو اور ہم تمھیں اتنی بڑی سزا دیں؟''

لیکن مچھیرا اصرار کرنے لگا۔ مچھیرے کی ضد پر بادشاہ نے اسے ایک سو کوڑے لگوانے کا حکم دے دیا، مگر ساتھ ہی اشارہ کیا کہ ہاتھ ہلکا رکھنا۔ جب پچاس کوڑے لگ چکے تو مچھیرا بولا: ''ٹھیریے میرا ایک حصے دار بھی ہے۔ اس کو بھی اس کا حصہ ملنا چاہیے۔''

بادشاہ بولا! ''تمھارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟''

''حضور! وہ آپ کے محل کا دربان ہے۔ اس نے مجھے اس شرط پر محل میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے کہ میں آدھا انعام اس کو ادا کروں گا اور اب میں وعدہ خلافی نہیں کرنا چاہتا۔'' بادشاہ عقل مند تھا، وہ فوراً ساری بات سمجھ گیا، لیکن پھر بھی اس نے دربان کو اپنے پاس بلایا اور اسے مچھیرے کے الزام سے آگاہ کیا۔

دربان نے جواب دیا: ''حضور! اس شخص پر یقین نہ کریں۔ یہ بہت مکار اور دغاباز ہے۔'' بادشاہ نے دربان کو واپس بھیج دیا۔

بادشاہ نے مچھیرے سے پوچھا: ''اب تم اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہو؟''

مچھیرے نے بادشاہ کو ایک تجویز دی، جس پر بادشاہ بھی بخوشی راضی ہو گیا۔

بادشاہ بھیس بدلنے میں ماہر تھا۔ اس نے مچھیرے کا بھیس بدل کر اس کے کپڑے پہن لیے۔ بادشاہ نے اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی لی اور محل کے دروازے کے پاس آیا۔ جیسے ہی دربان کی نظر بادشاہ پر پڑی تو گرج کر بولا:

''او نکمے! تو نے بادشاہ سے میری شکایت کیوں کی؟ یہ ادھر لا اور اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر۔''

اب بادشاہ پر حقیقت کھل چکی تھی۔ بادشاہ نے دربان کو ملازمت سے نکال کر پچاس کوڑے لگانے کا حکم دے دیا اور مچھیرے کو بہت سا انعام دے کر رخصت کیا۔

☆☆☆

ہر مہینے ہزاروں تحریریں

ہمدرد نونہال میں شائع ہونے کے لیے ہر مہینے ہزاروں تحریریں (کہانیاں، لطیفے، نظمیں اور اشعار) ہمیں ملتی ہیں۔ ان میں سے جو تحریریں شائع ہونے کے قابل نہیں ہوتیں ان تحریروں کے نام ''اشاعت سے معذرت'' کے صفحے میں شائع کر دیے جاتے ہیں۔ لطیفوں اور چھوٹی تحریروں اقتباسات وغیرہ) کے نام اس صفحے میں نہیں دیے جاتے۔ نونہالوں سے درخواست ہے کہ وہ ہم سے خط لکھ کر سوال نہ کریں۔ ایسے خطوں کے جواب سے وقت بچا کر ہم اسے رسالے کو زیادہ بہتر بنانے میں خرچ کرتے نا چاہتے ہیں۔ ☆

بیت بازی

دی ، آدمی سے ملتا ہے
مگر کم کسی سے ملتا ہے

عر: جگر مرادآبادی — پسند: اعظم علی، ڈیرہ غازی خان

ی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
نہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے

عر: علامہ اقبال — پسند: عزیر خالد، کراچی

ح کا طوفاں بھی اس کو غرق کر سکتا نہیں
و برائے خلق جیتا ہو، وہ مر سکتا نہیں

عر: جوش ملیح آبادی — پسند: شیخ حسن جاوید، جگہ نامعلوم

و گھر کے واسطے اب ایک چراغ بھی دے گا
و، جس نے رہنے کو کاغذ کا گھر دیا ہے مجھے

عر: محشر بدایونی — پسند: صبا عبدالستار شیخ، شکار پور

ر دوستوں میں بھی کوئی کمی نہ رکھی جائے
گر ہر ایک سے اب دوستی نہ رکھی جائے

عر: والی آسی — پسند: نیلوفر سرفراز، ملتان

یہاں کسی سے امیدِ وفا نہ کر کوثر
ی سمجھ لے کہ یہ دور پتھروں کا ہے

عر: کوثر نیازی — پسند: عائشہ خالد، کراچی

ود اپنی آنکھ کے شہتیر پہ نگاہ رکھیں
ماری آنکھ سے کانٹے نکالنے والے

عر: مصطفیٰ زیدی — پسند: ارمان الیاس، کوٹلی

بہارِ نو بھی انھیں پھر سجا نہیں سکتی
بکھر گئی ہیں جو پھولوں کی پتیاں لوگو!

شاعر: شکیب جلالی — پسند: محمد جعفر، گروٹ

یہ دکھ نہیں کہ اندھیروں سے صلح کی میں نے
ملال یہ ہے کہ صبح کی آرزو بھی نہیں

شاعر: محسن نقوی — پسند: راجہ ثاقب محمود جنجوعہ، پنڈ دادن خان

ہائے یہ شہر مرا اور یہ تپتی ہوئی دھوپ
کوئی سایہ ہی نہیں کسی دیوار کے پاس

شاعر: کرار نوری — پسند: علیم محی الدین، اسلام آباد

دی جس کو بھی خلعتِ محبت
دل کھول کر اس نے دشمنی کی

شاعرہ: شاہدہ حسن — پسند: شائلہ خاور، کراچی

ہم نے خیرات میں یہ پھول نہیں پائے ہیں
خونِ دل صرف کیا ہے تو بہار آئی ہے

شاعر: ظفر اقبال — پسند: شایان عبدالستار، کوئٹہ

ہر شخص اپنے وقت کا سقراط ہے یہاں
پیتا نہیں ہے زہر کا پیالہ مگر کوئی

شاعر: مرتضیٰ شریف — پسند: فراز ضیا اقبال، عزیز آباد

نئے کپڑے، نئے جوتے، نئے برتن خریدے گا
وہ اپنے سارے میڈل بیچ کر راشن خریدے گا

شاعر: محمد محمود احمد — پسند: خرم خان، ناظم آباد، کراچی

نونہال ادب کی سبق آموز کتابیں

رسول اللہ ﷺ سب سے بڑے انسان

اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپؐ کی عالم گیر تعلیمات کو مختصر، لیکن سہل اور سادہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ نونہالوں اور نوجوانوں کے لیے
شہید حکیم محمد سعید کی ایک سبق آموز کتاب، جو طالب علموں کے لیے ایک عمدہ تحفہ ہے۔
خوب صورت ٹائٹل۔ نیا ایڈیشن

صفحات: ۴۸ ——— قیمت: ۳۵ رُپے

بچوں کے حکیم محمد سعید

شہید پاکستان کی زندگی کی کہانی خود ان کی زبانی

نونہالوں کے اصرار پر اپنی زندگی کے واقعات حکیم صاحب نے خود لکھے ہیں۔ مزے دار اور دل چسپ انداز بیان، سچائی کی مہک اور نونہالوں سے محبت کی خوش بو۔ ایک باپ کی حیثیت سے حکیم صاحب کیسے تھے؟ ان کی صاحب زادی محترمہ سعدیہ راشد کے دل چسپ مضمون کے ساتھ تیسرا ایڈیشن۔

صفحات: ۷۲ ——— قیمت: ۵۰ رُپے

جوہرِ قابل

تحریکِ آزادی کے عظیم رہنما مولانا محمد علی جوہر کی زندگی کے ولولہ انگیز حالات و واقعات جنھیں مسعود احمد برکاتی نے آسان اور دل نشین انداز میں لکھا ہے۔ اضافوں کے ساتھ تیسرا ایڈیشن۔

صفحات: ۶۴ ——— قیمت: ۴۵ رُپے

☆ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

حضورِ اکرمؐ کی محبت اور نونہال

ہمدرد نونہال اسمبلی، راولپنڈی.......... رپورٹ: حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں محترمہ نور قریشی، محترم نعیم اکرم قریشی، محترم حیات محمد بھٹی اور انعام یافتہ نونہال

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے تحت نونہال سیرت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس کا موضوع تھا: ''حضورِ اکرمؐ کی محبت اور نونہال''

مہمان مقررین میں محترمہ نور قریشی اور محترم نعیم اکرم قریشی مدعو تھے۔ اس بابرکت محفل کا باقاعدہ آغاز فہد احمد اور محمد سعود نے تلاوتِ قرآن مجید اور ترجمہ سے کیا۔ حمدِ باری تعالیٰ نونہال سمیعہ بشیر نے اور نعتِ رسولِ مقبولؐ نونہال اقراء جیلانی نے پیش کی۔ نظامت نونہال لاریب امجد نے کی۔ نونہال مقررین میں انعام الرحمٰن، عنود آفاق، جاوید اقبال، ہما بی بی اور محمد علی شامل تھے۔ نونہالوں نے ہدیۂ درود و سلام اور قصیدہ

بردہ شریف پیش کیا۔ نعتِ رسولِ مقبولؐ پیش کرنے والے نونہالوں میں کلثوم اشرف، سحرش انوار، سمیرا گل تھیں۔

صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے کہا کہ رسولِ اکرمؐ کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اپنے والدین، بچوں اور اپنے مال سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔ آپؐ ہر رنگ و نسل اور ہر مذہب کے نونہالوں سے پیار فرماتے تھے۔ سلام میں پہل کرنا، اُن کے ساتھ بیٹھ کر وقت گزارنا اور انھیں گود میں اُٹھالینا، ایسے اعمالِ حسنہ تھے کہ نونہال بھی بے اختیار آپؐ کی جانب لپکتے تھے۔ تمام باشعور نونہالوں کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ آپؐ کی سیرتِ طیبہ کا بار بار مطالعہ کریں اور اُس بے مثال ذات کی پیروی کرتے ہوئے بچپن ہی سے اپنی زندگیوں کو اُس راستے پر ڈالیں، جیسے آپؐ چاہتے تھے۔

مہمان مقررین محترمہ نور قریشی اور محترم نعیم اکرم قریشی نے نونہالوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضورِ اکرمؐ نے ہمیشہ بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ حضورؐ کی انھی تعلیمات کو بنیاد بنا کر شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید نے ہمدرد نونہال اسمبلی کی بنیاد رکھی، جس کے تحت نونہالوں کی تعلیم و تربیت کا ملک گیر سلسلہ جاری ہے۔

نونہالوں میں انعامات تقسیم کرنے کے بعد آخر میں دعاے سعید پیش کی گئی۔

ہمدرد نونہال اسمبلی، لاہور ...... رپورٹ: سید علی بخاری

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں نونہال سیرت کانفرنس کی صدارت بیگم خالدہ جمیل نے کی، جب کہ مہمانِ خصوصی ڈاکٹر سید طاہر رضا بخاری (ڈائرکٹر جنرل محکمۂ اوقاف پنجاب) تھے۔ نونہال مقررین میں فجر بابر، سیف علی، مہرال قمر، رومیسہ احمد، غلام جیلانی اور سیدہ شکرانہ بتول شامل تھے۔ اس موقع پر محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ کا بھی اہتمام کیا گیا،

ہمدرد نونہال اسمبلی سیرت کانفرنس میں نونہال مقررین، مہمانِ خصوصی ڈاکٹر طاہر رضا بخاری اور سید علی بخاری

جس میں نونہال ثناء خواں فاکہہ نور، خدیجہ جہانگیر، فاطمہ حنیف، شازیہ خورشید، حافظہ ثمرین طاہر، سمیہ خان، طیبہ عرفان، آمنہ اکرم، وجیہہ سلیمان، عائشہ ملک، فاطمہ لئیق، عائشہ مصطفیٰ، ماہا یوسف، فاطمہ اعوان، رخشندہ خان، سید شبیہ الحسن جعفری نے عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ معروف ثناء خواں عذرا شکیل نے خصوصی طور پر شرکت کی اور نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ درود و سلام کے بعد محترمہ خالدہ جمیل چودھری نے دعائیہ کلمات ادا کیے۔

سیرت کانفرنس میں بیگم خالدہ جمیل چودھری اور ثناء خواں نونہال

☆☆☆

دنیا کا سب سے بڑا خرگوش

یہ خرگوش اب تک سامنے آنے والا دنیا کا سب سے بڑا خرگوش ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کی جسامت اور وزن میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

اس خرگوش کا نام ''ڈیریس'' ہے اور یہ ناک سے دم کے سرے تک چار فیٹ تین انچ لمبا ہے۔ اس کا وزن ایک پانچ سال کے بچے کے برابر ہے۔ اس خرگوش کی عمر صرف ایک سال ہے اور اس کا قد ایک چھے سال کی بچی کے برابر ہے۔ اندازہ ہے کہ آیندہ یہ مزید بڑھے گا اور موٹا بھی ہوگا۔ یہ خرگوش بارہ گاجریں، چھے سیب اور دو بند گوبھیاں ایک دن میں کھاتا ہے۔

یہ نہایت نرم مزاج جانور ہے، اس کے قریب جاؤ تو اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی ہے۔

اس خرگوش کی مالکہ کا کہنا ہے کہ میرے لیے خوف ناک بات یہ ہے کہ یہ مسلسل بڑھ رہا ہے اور جب یہ پوری نشوونما پائے گا تو بہت موٹا اور دیو جیسا ہو چکا ہوگا۔

اس خرگوش کا نام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں شامل کرنے پر ابھی تردد کیا جا رہا ہے، کیوں کہ گینز بک نے غیر معمولی جانوروں کا اندراج بند کر دیا ہے۔ انھیں شبہ ہے کہ لوگ اپنے جانوروں کو غیر معمولی دکھانے کے لیے انھیں خاص ڈائٹ کھلاتے ہیں، اس لیے وہ تیزی سے غیر معمولی جسیم ہو جاتے ہیں۔ ☆

مسکراتی لکیریں

''بھائی! میرے دانت میں کیڑا لگ گیا ہے کیا کروں؟''

''تو کیا ہوا، پانچ دن تک کچھ مت کھاؤ پیو۔ کیڑا خود ہی بھوکا مر جائے گا۔''

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

تصویر بنانے سے پہلے اس کا بنیادی خاکہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً اوپر مرغ کی تصویر بنائی گئی ہے۔ اس میں سب سے پہلے ایک انڈے جیسی شکل بنائی گئی ہے۔ دوسری تصویر میں گردن اور چونچ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ تیسری تصویر میں آنکھ، دُم اور پَر بنائے گئے ہیں۔ آخری تصویر میں جھاڑیاں وغیرہ بنا کر رنگ بھر دیا گیا ہے۔ آپ بھی اسی طرح مشق کریں۔ ☆

اسکوٹر جیسی جدید الیکٹرک کار

کاریں بنانے والی کمپنی نسان (NISSAN) نے حال ہی میں ایک نئی اور حیرت انگیز کار بنائی ہے، جس کو مستقبل کی جدید کار قرار دیا جا رہا ہے۔

یہ گاڑی آدھی کار اور آدھا اسکوٹر ہے، کیوں کہ یہ ایک اسکوٹر جتنی چھوٹی ہے۔ بجلی سے چلنے والی اس کار کا نام ''لینڈ گلائیڈرز'' رکھا گیا ہے۔ اس کے چار پہیے ہیں اور یہ ایک چھوٹی فیملی کار کی بھی آدھی ہے۔ یہ کار دراصل نہایت مصروف سڑکوں کے ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے بنائی گئی ہے۔ یہ دو نشستوں پر مشتمل ہے۔ اس کی رفتار ۶۲ میل فی گھنٹہ ہے۔ اس میں حادثات سے بچاؤ کے لیے ایک خاص نظام رکھا گیا ہے۔ یہ کار دوسری گاڑیوں سے ٹکرانے سے خود کو بچاتے ہوئے چلے گی اور آپ کو حادثے کا ڈر بھی نہیں ہوگا۔ جب آپ کم ہجوم والی سڑک پر ہوں گے تو یہ تیز ہو جائے گی اور آپ کو خود کار طریقے سے منزل تک پہنچائے گی۔

اس کار کا مقصد چھوٹے طالب علموں کے لیے سہولت پیدا کرنا ہے، تاکہ وہ محفوظ طریقے سے اسکول یا مارکیٹ وغیرہ جا سکیں۔ اسے مستقبل کی کار قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ اس کے ذریعے سے مصروف ترین سڑک پر بھی ڈرائیونگ آسان ہوگی اور آپ کے بچے کو خود اسکول جانے میں بھی آسانی ہوگی۔ کمپنی کے ماہرین اور انجینئرز نے ایسا ڈیزائن بنایا ہے کہ اسے مکمل طور پر ماحول دوست قرار دیا جا سکے۔ گاڑی کا اندرونی حصہ نرم اور خوب صورت بھی ہے، جس میں مکمل حفاظت کی خوبی بھی پائی جاتی ہے۔ ☆

ہنسی گھر

ایک مقدمے میں بحث کے دوران دو وکیلوں نے لڑنا شروع کر دیا۔ ایک بولا: ''دنیا میں تم جیسا بے وقوف کوئی نہ ہوگا۔''

دوسرے نے طیش میں آ کر کہا: ''اور تم سے زیادہ گھٹیا انسان کوئی نہ ہوگا۔''

یہ سن کر جج نے کہا: ''آرڈر! آرڈر! تمھیں معلوم نہیں کہ یہاں میں بھی موجود ہوں۔''

مرسلہ : محمد جعفر، گروٹ

شوہر: ''تم روزانہ فقیروں کو کھانا کیوں کھلاتی ہو؟''

بیوی: ''یہ لوگ میرے پکائے ہوئے کھانے میں کوئی نقص نہیں نکالتے۔''

مرسلہ : محمد حسیب عباسی، بکھر

ایک نواب صاحب کو موت سے بہت ڈر لگتا تھا۔ انھوں نے موت کا لفظ استعمال کرنے پر پابندی لگا دی اور حکم دیا کہ کوئی مرجائے تو اس کی خبر یوں سناؤ، کہ فلاں صاحب پیدا ہوگئے۔ ایک مرتبہ نواب صاحب جنگل میں شکار کر رہے تھے کہ نوکر دوڑتا ہوا آیا: ''حضور! حضور! غضب ہوگیا، جلدی حویلی چلیے، آپ کے دادا پیدا ہوگئے۔''

مرسلہ : تحریم خان، نیو کراچی

دو بے وقوف گلاس خریدنے کے لیے بازار گئے۔ وہ ایک دکان پر گئے، جہاں گلاس اُلٹے رکھے تھے۔ بے وقوفوں نے سوچا کہ یہ گلاس خرید تو لیں، مگر گلاس کا منھ تو بند ہے۔ اتنے میں ایک بے وقوف نے گلاس اُٹھایا اور دوسرے سے کہنے لگا: ''ارے ان کے تو پیندے بھی نہیں ہیں۔''

مرسلہ : سنیل کمار، گھوٹکی

گاہک: ''یہ ٹائی کتنے کی ہے؟''

دکان دار: ''دو سو روپے کی۔''

گاہک: ''دو سو روپے میں تو چپل کا جوڑا مل جاتا ہے۔''

دکان دار: ''ٹھیک ہے، آپ چپل ہی خرید کر گلے میں لٹکا لیں۔''

مرسلہ : مہوش، ملیر کالونی

ایک دفعہ دو آدمی بجلی کے تار ٹھیک کرنے کے لیے کھمبے پر چڑھ رہے تھے۔ اسی وقت ایک خاتون کار میں وہاں سے گزریں۔ خاتون نے ان کو اوپر چڑھتے ہوئے دیکھا تو منہ ہی منہ میں بولیں: ''مجھے دیکھ کر اس طرح کھمبے پر چڑھ گئے ہیں، جیسے مجھے کار چلانی نہیں آتی۔''

مرسلہ: انہا اقبال، کراچی

ایک تقریب میں کچھ بے وقوف بھی شریک ہوئے۔ پلیٹ میں ٹشو پیپر دیکھ کر وہ سمجھے کہ شاید یہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے۔ ایک بے وقوف ٹشو پیپر کھانے لگا تو دوسرے ساتھیوں نے اسے روکا: ''ارے یہ نہیں کھانا۔''

''کیوں؟''

''بالکل پھیکا ہے۔''

مرسلہ: خرم خان، نارتھ کراچی

ایک نوجوان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ چھٹی کے لیے کیا بہانہ پیش کرے۔ بہر حال اس نے افسر سے کہا: ''جناب! میرے دادا کی شادی ہے، اس لیے میں کل نہ آسکوں گا۔''

افسر: ''وہ اس عمر میں شادی کیوں کر رہے ہیں؟''

نوجوان: ''جناب! وہ تو میں زبردستی کرا رہا ہوں۔''

مرسلہ: نبیلہ قمر اللہ بلوچ، اوتھل

ملا نصر الدین کے گھر پر روز صبح کے وقت ایک فقیر آجاتا تھا۔ ملا اس سے تنگ آ گئے تھے۔ ایک دن فقیر آیا تو ملا نصر الدین نے اندر ہی سے پوچھ لیا کہ کون ہے؟

فقیر نے جواب دیا: ''اللہ کا مہمان۔''

ملا اس کا ہاتھ پکڑ کر مسجد لے گئے اور بولے: ''تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے، اللہ کا گھر یہ ہے۔''

مرسلہ: محمد افضل اکرم، لاہور

مالک نے ملازم سے پوچھا: ''کیا تم موت کے بعد زندگی پر یقین رکھتے ہو؟''

ملازم: ''جی ہاں جناب! بالکل۔''

مالک: ''جب تم اپنے دادا کے جنازے میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے تو وہ تمھاری تلاش میں یہاں آئے تھے۔''

مرسلہ: بلال حمزہ، جھنگ سٹی

گاہک (دکان دار سے): ''مجھے مرزا غالب اور شبلی نعمانی کے خطوط چاہییں۔''

دکان دار: ''جناب! سامنے پوسٹ آفس ہے، وہاں سے معلوم کرلیں۔''

مرسلہ: محمد اُسامہ انصاری، حیدر آباد

پاگل خانے کے ڈاکٹر نے ایک پاگل سے پوچھا: ''آپ آٹھ سیبوں کو چھے لوگوں میں کس طرح برابر برابر تقسیم کریں گے؟''

پاگل نے جواب دیا: ''سب کا جوس نکال کر برابر تقسیم کردوں گا۔''

ڈاکٹر حیرت سے بولا: ''کمال ہے، یہ بات میری سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔''

مرسلہ: علینہ سلیم، رحیم یار خان

ایک دیہاتی: ''بھائی! ٹائم کیا ہوا ہے؟''

جواب ملا: ''شام کے ساڑھے چھے بجے ہیں۔''

دیہاتی غصے میں بولا: ''صبح سے کئی بار لوگوں سے پوچھا، سب الگ الگ ٹائم بتا رہے ہیں۔''

مرسلہ: وجیہہ اقبال، کراچی

دو آدمی آپس میں لڑ رہے تھے۔ ایک نے کہا: ''میں تم کو ایسا گھونسا ماروں گا کہ تمھارے چونتیس کے چونتیس دانت نکل جائیں گے۔''

ایک اور آدمی وہاں کھڑا تھا، وہ بولا: ''دانت تو بتیس ہوتے ہیں۔ یہ دو اور کہاں سے آگئے؟''

پہلے شخص نے جواب دیا: ''میں جانتا تھا کہ تم بیچ میں ضرور بولو گے، اس لیے دو دانت تمھارے بھی شامل کر لیے تھے۔''

مرسلہ: واجد نگینوی، کراچی

میاں بیوی کار میں جا رہے تھے کہ موسلا دھار بارش ہوگئی۔ ونڈ اسکرین دھندلی ہونے کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کئی بار حادثہ ہوتے ہوتے بچا۔ خوف سے لرزتی ہوئی بیوی نے شوہر سے کہا: ''آپ کار روک کر ونڈ اسکرین صاف کیوں نہیں کر لیتے؟''

شوہر نے جواب دیا: ''کوئی فرق نہیں پڑے گا، عینک تو گھر ہی بھول آیا ہوں۔''

مرسلہ: فضا فاروق، لیاقت آباد

☆☆☆

انعامی سلسلہ ۱۹۶

معلوماتِ افزا

سلیم فرخی

معلوماتِ افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول سولہ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے گیارہ سے زیادہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ جوابات صحیح دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک سو روپے نقد حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- **اپریل ۲۰۱۲ء** تک ہمیں مل جائیں۔ جوابات کے کاغذ پر بھی اپنا نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت ذکریاؑ، حضرت یحییٰؑ کے .... تھے۔ (بھائی ۔ والد ۔ چچا)

۲۔ ۱۴۵۱ء سے ۱۵۲۶ء تک ہندستان پر .... خاندان کی حکومت تھی۔ (تغلق ۔ لودھی ۔ مغل)

۳۔ ملکہ وکٹوریہ نے ۲۰ جون ۱۸۳۷ء سے ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء تک .... پر حکومت کی۔ (فرانس ۔ اسپین ۔ برطانیہ)

۴۔ لیاقت علی خاں کے بعد .... وزیرِ اعظم بنے تھے۔ (خواجہ ناظم الدین ۔ محمد علی بوگرہ ۔ چودھری محمد علی)

۵۔ اردو کالج (کراچی) .... میں بابائے اردو مولوی عبدالحق نے قائم کیا تھا۔ (۱۹۴۷ء ۔ ۱۹۴۹ء ۔ ۱۹۵۱ء)

۶۔ ''سبی'' صوبہ .... کا ایک ضلع ہے۔ (بلوچستان ۔ پنجاب ۔ سندھ)

۷۔ مولانا حسرت موہانی نے ۱۹۰۳ء میں علی گڑھ سے ماہ نامہ .... جاری کیا۔ (نیا دور ۔ تہذیب ۔ اردوئے معلیٰ)

۸۔ مصر کے آخری بادشاہ .... تھے۔ (شاہ فیصل ۔ شاہ فاروق ۔ شاہ حسین)

۹۔ MUTTON انگریزی زبان میں .... کے گوشت کو کہتے ہیں۔ (مرغی ۔ گائے ۔ بھیڑ بکری)

۱۰۔ اوپیک (OPEC) .... برآمد کرنے والے ملکوں کی تنظیم کا نام ہے۔ (چاول ۔ پیٹرول ۔ کاغذ)

۱۱۔ ببر علی مشہور شاعر .... کا اصل نام ہے۔ (امیر مینائی ۔ میر انیس ۔ میر درد)

۱۲۔ سوڈا، ریت اور چونا .... کے بنیادی اجزا ہیں۔ (شیشے ۔ پلاسٹک ۔ ربر)

۱۳۔ تبت میں بدھ مت کے سب سے بڑے مذہبی رہنما کو .... کہتے ہیں۔ (دلائی لاما ۔ پنچن لاما ۔ بھکشو)

۱۴۔ گلاسگو (GLASGOW) .... کی بندرگاہ ہے۔ (نیوزی لینڈ ۔ اسکاٹ لینڈ ۔ پولینڈ)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: ''لوہے کے .... چبانا۔'' (چھلے ۔ دانے ۔ چنے)

۱۶۔ خواجہ حیدر علی آتش کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں ہمارے بھی ہیں .... کیسے کیسے (مہرباں ۔ قدرداں ۔ نکتہ داں)

کوپن برائے معلوماتِ افزا نمبر ۱۹۶ (اپریل ۲۰۱۲ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ **اپریل ۲۰۱۲ء** تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (اپریل ۲۰۱۲ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ **اپریل ۲۰۱۲ء** تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ فروری ۲۰۱۲ء کے بارے میں ہیں

* انکل! اس مرتبہ کا ہمدرد نونہال بہت عمدہ تھا۔ سرورق تو بہت ہی پیارا تھا اور تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ معلومات افزا نے میری معلومات میں بہت اضافہ کیا۔ مجھے یہ سلسلہ بے حد پسند ہے اور میرے گھر والوں اور میرے دوستوں کو بھی۔ بلاعنوان انعامی کہانی بھی بہت اچھا سلسلہ ہے۔ پیارے انکل! میں نے آپ سے کئی بار درخواست کی ہے کہ آپ بلاعنوان انعامی کہانی اور معلومات افزا کے انعام میں نقد رقم یا کتاب کے تحفے کے بجائے "شیلڈ" دے دیا کریں۔ ایک بار نونہالوں کی رائے لے لیں، دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ جو بھی فیصلہ ہوگا مجھے منظور ہے۔ سو روپے تو ہم ایک دو دن میں ختم کر دیتے ہیں، مگر ہمارے گھر میں رکھی نونہال کی جانب سے دی گئی شیلڈ، ہمارے گھر میں ہمیشہ رہے گی۔ ہماری خوشی میں ہی نونہال کی پوری ٹیم، مسعود احمد برکاتی صاحب اور سعدیہ راشد صاحبہ کی خوشی بھی شامل ہے۔ اگر نونہالوں نے انکار کر دیا تو میرے خوابوں کا محل چکنا چور ہو کر ٹوٹ جائے گا۔ **رضوان احمد، کورنگی، کراچی۔**

* فروری کا شمارہ تو بہت ہی لاجواب تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی (م۔ مس۔ ایمن) بہت پسند آئی۔ کہانی شیر خان (مسعود احمد برکاتی) بہت اچھی تھی۔ ایک اور ایک بارہ (ڈاکٹر عمران مشتاق)، ساس کی صندوقچی (سعیہ غفار)، جادوگر کی نیکی (محمد اقبال شمس)، قصہ ایک سفید خرگوش کا (بیگم ثاقبہ رحیم الدین) بہت ہی پیاری کہانیاں تھیں۔ **سمیر سید رضوان احمد، حیدرآباد۔**

* کیا میں ہمدرد نونہال کے لیے تحریر ای میل سے بھیج سکتا ہوں؟ **یوسف طاہر، چک نا معلوم۔**

ڈاک سے بھیجنا اچھا ہے۔ ای میل کریں تو اس میں اپنا ڈاک کا پتا ضرور لکھیں۔

* ہمدرد نونہال کی شگفتہ تحریریں ہمارے دلوں کو بھی شگفتگی بخشتی ہیں۔ جاگو جگاؤ، روشن خیالات، نعت رسول مقبولؐ، اور پیارے نبیؐ نے فرمایا پڑھ کر عشق رسولؐ تازہ ہو گیا۔ تیس مار خاں (رئیس فاطمہ)، قصہ ایک سفید خرگوش کا (بیگم ثاقبہ رحیم الدین)، ساس کی صندوقچی (سعیہ غفار) اور سچا استاد (فرزانہ روحی اسلم) یہ تحریریں بہت اچھی تھیں، پڑھ کر لطف آیا۔ **شیخ حسن جاوید عبدالحسیب، عمیمہ ارشد، کورنگی۔**

* فروری کا شمارہ بہت ہی مزے دار تھا۔ سب ہی کہانیاں بہت دل چسپ تھیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی سب سے اچھی تھی۔ ایک اور ایک بارہ (ڈاکٹر عمران مشتاق)، قصہ ایک سفید خرگوش کا (بیگم ثاقبہ رحیم الدین) بھی مزے دار تھیں۔ انکل! اب ہنسی گھر میں اچھے لطیفے نہیں آتے سب پرانے ہوتے ہیں۔ کہانی شیر خان (مسعود احمد برکاتی) بھی بہت اچھی لگی۔ **اسعد سردار، کراچی۔**

* فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی (م۔ مس۔ ایمن)، ساس کی صندوقچی (سعیہ غفار)، ایک اور ایک بارہ (ڈاکٹر عمران مشتاق)، جادوگر کی نیکی (محمد اقبال شمس) بہت اچھی تھیں۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات بھی بہت اچھی تھی۔ نظم میں نعت رسول مقبولؐ، پرانا رسالہ، پیام سحر بہت اچھی تھیں۔ **مریم معین، کراچی۔**

* اس دفعہ بھی ہمدرد نونہال نے دل جیت لیا۔ مزے مزے کی کہانیاں پڑھ کر مزہ آ گیا۔ انکل! آج کل لوگ جو کہہ رہے ہیں کہ ۲۰۱۲ء میں دنیا ختم ہو جائے گی، کیا یہ بات سچ ہے؟ **اسماء سلیم، بہاول نگر۔**

قیامت کا صرف اللہ ہی کو علم ہے، پھر کیوں پریشان ہوں۔

* فروری کا شمارہ بہت دل چسپ تھا۔ قصہ ایک سفید خرگوش کا (بیگم ثاقبہ رحیم الدین)، جادوگر کی نیکی (محمد اقبال شمس)، ساس کی صندوقچی (سعیہ غفار) اور شیر خان (مسعود احمد برکاتی) زبردست کہانیاں تھیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اوچ میں نونہال پڑھنے والوں کی تعداد میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے۔ **حسنین، عطا، علیمہ، زین، برہان، فرحان علی، اوچ۔**

* فروری کا شمارہ کمال کا تھا۔ جاگو جگاؤ اور کہانی "دریا پار جانا ہے" بہت مزے دار تھی۔ باقی کہانیاں بھی دل چسپ تھیں۔ ہمدرد نونہال ہمیشہ ہی سے اچھی اور سبق آموز کہانیاں شائع کرتا رہا ہے۔ اگر اسے رسالے کے بجائے علم و عمل کا دریا کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اتنی کم قیمت میں اتنا بہترین رسالہ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ **حمنہ شفیق، راولپنڈی۔**

* فروری کے شمارے کی تمام کہانیاں بہت زبردست رہیں۔ خصوصاً بلاعنوان انعامی کہانی، جادوگر کی نیکی، تیس مار خاں، ساس کی صندوقچی، ایک اور ایک

بارہ اور شیر خان۔ مضامین میں پیارے نبیؐ نے فرمایا، ڈاکٹر عبدالقدیر خاں اور اردو کی ۲۵ اہم کتابیں لاجواب مضامین تھے۔ مستقل سلسلوں میں روشن خیالات، علم در بیچے، نونہال ادیب، بیت بازی، نونہال مصور وغیرہ بہت پسند آئے۔ ہنسی گھر کے لطیفے خاص نہیں تھے۔ الغرض مجموعی طور پر شمارہ شان دار تھا۔ **محمد علی، گھوکی۔**

● ہمدرد نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ ہمارے گھر میں ہمدرد نونہال کو صرف بچے ہی نہیں، بلکہ بڑے بھی بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ انکل! کیا معلومات افزا کے جوابات لائن چھوڑ کر اور ایک صفحہ چھوڑ کر لکھنا ضروری ہے؟ **اکمل عبدالجبار، حیدرآباد۔**

> سوال نہ لکھیے۔ صرف سوال کا نمبر لکھ کر اس کے آگے جواب لکھیے۔ لائن چھوڑنا ضروری نہیں۔

● فروری کا شمارہ بھی ہمیشہ کی طرح زبردست رہا۔ ضیاء الحسن ضیا کی لکھی ہوئی ''نعت رسول مقبولؐ'' بہت اچھی تھی۔ کہانیوں میں سب سے اچھی کہانی ''بلاعنوان انعامی کہانی'' تھی۔ اس کے علاوہ شیر خان، ساس کی صندوقچی، جادوگر کی نیکی اور ایک اور ایک بارہ بھی بہت اچھی تھیں۔ ''ہنڈکیا'' میں ''چنے کے پکوڑے'' کی ترکیب بہت زبردست تھی۔ **پارس فدا حسین کیریو، کراچی۔**

● سب سے اچھی اور معلوماتی تحریر ''اردو کی ۲۵ کتابیں'' تھی۔ باقی تمام سلسلے بھی اچھے تھے۔ البتہ مسلمان سائنس دانوں کے بارے میں کوئی مستقل سلسلہ شروع کیا جائے تو بہتر رہے گا، خاص کر پاکستانی سائنس دانوں کے بارے میں۔ معلومات افزا کا سلسلہ بھی اچھا جا رہا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ شائع کریں۔ تاریخ کے بارے میں شمارہ خاموش تھا۔ **فرحان اشرف، بہاول نگر۔**

● فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ ہمدرد نونہال کا ہر شمارہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ لطیفے بھی بہت مزے مزے کے ہوتے ہیں۔ **سارہ خالد، جگہ نامعلوم۔**

● فروری کا ہمدرد نونہال بہت ہی شان دار تھا۔ ہر کہانی اپنی جگہ خاص تھی، مگر بلاعنوان انعامی کہانی کا تو جواب نہیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ **جویریہ آصف، کراچی۔**

● فروری کا رسالہ بہت اچھا تھا۔ کہانیاں بہت پسند آئیں۔ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں مضمون اچھا تھا۔ کہانیوں میں شیر خان اور ساس کی صندوقچی نمبر لے گئیں۔ **عشاء منیر رندھاوا، میرپور خاص۔**

● تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ جادوگر کی نیکی، سچا استاد، ایک اور ایک بارہ دیگر معلوماتی تحریریں بہترین تھیں۔ **محمد فرقان شیخ، سکھر۔**

● ہمدرد نونہال فروری کا سرورق پسند نہیں آیا۔ تحریریں جو پسند آئیں ان میں بلاعنوان انعامی کہانی، شیر خان، جادوگر کی نیکی، ساس کی صندوقچی شامل ہیں۔ آدھی ملاقات، ہنڈکیا، ہنسی گھر، علم در بیچے اچھا تھا۔ **عباس علی صوفی ڈگھی، کراچی۔**

● کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ ان میں جادوگر کی نیکی، ساس کی صندوقچی، سچا استاد، شیر خان اور ایک اور ایک بارہ بہت زبردست کہانیاں تھیں۔ لطیفے اچھے تھے۔ سرورق بور ہوتا جا رہا ہے۔ اس پر بچوں کی تصویروں کے بجائے قدرتی مناظر کی تصویریں لگایا کریں۔ **عائشہ مجید، لاہور۔**

● فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ اور روشن خیالات بہت اچھے تھے۔ فروری کے شمارے میں قصہ ایک سفید خرگوش کا (بیگم طاہرہ رحیم الدین) پڑھ کر ایک اچھا سبق ملا۔ **محمد طلحہ، جلال ڈگری۔**

● سارا رسالہ بہترین تھا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ خاص طور پر جادوگر کی نیکی، بلاعنوان انعامی کہانی اور ایک اور ایک بارہ۔ اس کے علاوہ روشن خیالات، نعت شریف، لطیفے اور بیت بازی کے اشعار بھی بہترین تھے۔ **محمد جعفر، گروٹ۔**

● فروری کا شمارہ بازی لے گیا، مگر کہانیوں میں شیر خان (مسعود احمد برکاتی) اور بلاعنوان انعامی کہانی (م۔ص۔ ایمن) کے علاوہ کوئی کہانی اتنی خاص نہیں تھی۔ البتہ نظمیں ساری بے مثال تھیں۔ ہمدرد نونہال میں زیادہ سے زیادہ معلوماتی تحریریں شائع کریں۔ **سید محمد عباس، کراچی۔**

● فروری کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ تمام سلسلے بہت زبردست تھے۔ انکل! مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ جن کتابوں کے اشتہار نونہال رسالے میں شائع ہوتے ہیں کیا وہ دوسری جگہوں سے بھی آسانی سے مل سکتے ہیں اور آپ کی پسندیدہ کتاب کا کیا نام ہے؟ **صالحہ شیر محمد، سکھر۔**

> ہمدرد کی کتابیں ہر جگہ مل تو جاتی ہیں۔ ویسے کراچی، لاہور، راولپنڈی، پشاور کے ہمدرد مطب میں تو ملتی ہیں۔ قرآن شریف کے علاوہ کئی کتابیں مجھے پسند ہیں۔

● فروری کا نونہال بہت زبردست اور شان دار ہے۔ کہانیوں میں قصہ ایک سفید خرگوش کا اچھی تھی۔ جادوگر کی نیکی بھی اچھی تھی۔ دریا پار جانا ہے نے تو دل جیت لیا اور لطیفے بھی اچھے تھے۔ **عظمیٰ صلاح الدین، کراچی۔**

● فروری کا شمارہ بہت خوب تھا۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر بلاعنوان انعامی کہانی، دوسرے نمبر پر ساس کی صندوقچی اور تیسرے نمبر پر قصہ ایک سفید خرگوش کا بہت پسند آئیں۔ **زاہدہ تاج، کراچی۔**

● سب سے اچھی تحریر ڈاکٹر سید نعیم احمد ادیب جعفری کی تھی، کیوں کہ وہ ہمارے پیارے نبیؐ کے بارے میں تھی۔ کہانی شیر خان (مسعود احمد برکاتی) ہمارے لیے ایک اصلاحی تحریر ہے، کیوں کہ ہم ہر انسان کی عزت اس کے پیسوں سے کرتے ہیں۔ کہانیاں دریا پار جانا ہے، قصہ ایک سفید خرگوش کا، جادوگر کی نیکی، ساس کی صندوقچی سب ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ نعت رسول مقبولؐ اور نظمیں پڑھ

رسالہ، پیام ہمدرد پڑھ کر مزہ آیا۔ **عاصمہ فرحین، کراچی۔**

● اس بار ہمدرد نونہال کا شمارہ زبردست تھا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ **اقصیٰ فاطمہ، راولپنڈی۔**

● فروری کا شمارہ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک سپرہٹ تھا۔ کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں، لیکن سرورق اچھا نہیں تھا۔ کہانی شیر خان (مسعود احمد برکاتی) کافی سبق آموز تھی۔ اس کہانی سے سب نونہالوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ محنت میں ہی عزت اور عظمت ہے۔ انکل! کیا ہم ہنڈکیا بھیج سکتے ہیں؟ **کرن فدا حسین کیریو، کراچی۔**

> ضرور بھیج سکتی ہیں۔ اجزا کی تفصیل واضح ہو اور نونہالوں کے لیے بنانا آسان ہو۔

● فروری کا شمارہ بہت ہی شان دار تھا۔ سب سے اچھی کہانی بلاعنوان انعامی کہانی تھی اور باقی بھی بہت ہی اچھی تھیں۔ روشن خیالات بھی بہت اچھے لگے۔ غرض کہ پورا شمارہ ہی بہت شان دار لگا۔ بلاعنوان انعامی کہانی نے دل جیت لیا۔ یہ کہانی سب سے الگ اور بالکل نئی تھی۔ **تسمیہ ممتاز، کراچی۔**

● فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ خاص طور پر جادوگر کی نیکی، ساس کی صندوقچی، شیر خان، ایک اور ایک بارہ، قصہ ایک سفید خرگوش کا اور بلاعنوان انعامی کہانی تو نمبر لے گئی۔ لطیفے تو بہت ہی دل چسپ تھے کہ ہنستے ہنستے بُرا حال ہو گیا۔ **عرشیہ نوید، کراچی۔**

● تازہ شمارے میں تمام تحریریں اچھی تھیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی تو بازی لے گئی۔ **آمنہ حسین، حبیب حسین، ٹیکسلا کینٹ۔**

● بلاعنوان انعامی کہانی بہت مزے دار تھی۔ شیر خان بھی آپ نے خوب لکھی ہے۔ سچا استاد (فرزانہ روحی اسلم) کا مرکزی خیال، قدرت اللہ شہاب کی کتاب شہاب نامہ سے لیا گیا ہے۔ **ریاض الدین منصوری، سانگھڑ۔**

● فروری کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ اس میں تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ اس مرتبہ سرورق کی تصویر بہت اچھی تھی۔ **ثمرین عبدالصمد، رحیم یار خان۔**

● فروری کے شمارے میں اس مہینے کا خیال بہت پُر اثر رہا۔ انکل! ہمارے ساتھی نونہال اکثر اپنے خطوط میں شکایت کرتے ہیں کہ نونہال کا معیار کم ہو گیا ہے۔ ہمیں تو ایسا بالکل نہیں لگا۔ **ڈاکٹر صہیب الرحمان، جھنڈو۔**

● ہمدرد نونہال میں لغت کے صفحات کی تعداد بڑھا دیں، کیوں کہ میرا شہر ایک کم آبادی والا شہر ہے۔ یہاں لغت اور پڑھنے کی کتابیں موجود نہیں ہیں۔ **سہیل نصیر احمد، تربت۔**

● فروری کے شمارے میں کہانی ساس کی صندوقچی اور شیر خان اچھی لگی۔ قصہ ایک سفید خرگوش کا بہت انوکھا قصہ تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی بہت اچھی تھی۔ **محمد حمزہ اشرفی، کراچی۔**

● اس بار ہمدرد نونہال بہت ہی زبردست تھا۔ میں اور میری سہیلیاں منیبہ، رابعہ، نورین، مجیبہ، علینہ اور شگفتہ بہت شوق سے پڑھتی ہیں۔ اس بار بلاعنوان انعامی کہانی زبردست تھی۔ ایک اور ایک بارہ، شیر خان، ساس کی صندوقچی، جادوگر کی نیکی اور قصہ ایک سفید خرگوش کا بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ جاگو جگاؤ بھی ہر بار کی طرح اچھا تھا۔ **شاہ دل، جگہ نامعلوم۔**

● فروری کے شمارے میں ساری کہانیاں اچھی تھیں، مگر ساس کی صندوقچی اور قصہ ایک سفید خرگوش کا بہت زبردست تھیں۔ **فائقہ کامران عزیز، کراچی۔**

● فروری کے شمارے میں ساری کہانیاں اچھی تھیں، مگر بلاعنوان انعامی کہانی پہلے نمبر پر تھی۔ **انجیلا کامران عزیز، ناظم آباد، کراچی۔**

● اس دفعہ ہمدرد نونہال بہت زیادہ اچھا تھا۔ خاص طور پر ''بلاعنوان انعامی کہانی'' پڑھ کر تو بہت مزہ آیا۔ باقی سب کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ انکل! آپ نونہال میں ڈراؤنی کہانیاں بھی شائع کیا کریں۔ پلیز جلدی سے کوئی جاسوسی ناول بھی شروع کریں۔ **حفصہ خان، نیو کراچی۔**

● فروری کا شمارہ اتنا خاص نہیں تھا۔ شیر خان اور قصہ ایک سفید خرگوش کا بہت ہی اچھی تھی۔ انکل! کوئی قسط وار کہانی شائع کریں۔ پلیز! ہزاروں خواہشوں کی قیمت بتا دیں۔ **فرخ ناز ابراہیم انصاری، سانگھڑ۔**

> قیمت ساٹھ روپے ہے۔ منی آرڈر پر کتاب کا نام اور اپنا پورا نام پتا صاف صاف ضرور لکھیے۔ کتاب آپ کو بھیج دی جائے گی۔

● ہمدرد نونہال میں سب ہی مضامین اور کہانیاں دل چسپ و سبق آموز ہوتی ہیں۔ جب ہی تو ابو ہمارے لیے کوئی دوسرا رسالہ خرید کر نہیں لاتے۔ وجہ یہی ہے کہ اس سے اچھا بچوں کے لیے کوئی رسالہ نہیں چھپتا۔ **تہنیت خان، تحریم خان، کراچی۔**

● فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ کہانیاں بھی سب بہت اچھی تھیں۔ **محمد بشاد، کراچی۔**

● فروری کا شمارہ زبردست تھا۔ ہر کہانی بہت اچھی تھی۔ مجھے ''نونہال مصور'' کا صفحہ بہت اچھا لگتا ہے۔ نونہال بہت محنت کر رہے ہیں، یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ **طوبیٰ فاروق حسین شیخ، شکار پور۔**

● جاگو جگاؤ سے لے کر لغت تک آپ لوگوں کی بے انتہا محنت اور لگن صاف جھلکتی ہے۔ یقیناً آپ لوگ خراج تحسین کے مستحق ہیں، جنھوں نے انکل حکیم محمد سعید کی کاوشوں کو زندہ رکھنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ **بشریٰ معین، کراچی۔**

● فروری کا شمارہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کہانیوں میں ساس کی صندوقچی اور تیس مار خاں اچھی تھیں۔ نظمیں اور بلاعنوان انعامی کہانی پہلے کی طرح سبق آموز، معلوماتی اور دل پر اثر کرنے والی تھیں۔ **سیدہ لبابہ ہاشمی، ملتان۔**

● فروری کا شمارہ ہمیشہ کی بہترین تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی سب سے زیادہ

پسند آئی۔ تمیں مار خاں، جادوگر کی نیکی، قصہ ایک سفید خرگوش کا بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ **فرح اسلام، کراچی۔**

● فروری کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ ہر تحریر اور کہانی زبردست تھی۔ بلاعنوان انعامی کہانی، جادوگر کی نیکی، ایک اور ایک بارہ وغیرہ اچھی کہانیاں تھیں۔ سرورق کی تصویر کے لیے بیک گراؤنڈ آپ خود لگائیں گے یا ہمیں لگا کر دینا ہوگا؟ **لائبہ محمود، کراچی۔**

ہمیں صرف اچھی سی تصویر بھیج دیں باقی سجاوٹ ہم خود کرتے ہیں۔ بچہ ہنستا مسکراتا ہو اور کپڑے رنگین ہوں۔ بیک گراؤنڈ کالا نہ ہو۔

● ہمدرد نونہال کے تازہ شمارے نے ہمارا دل جیت لیا، کیوں کہ اس کی کہانیاں بہت دل چسپ اور مزے دار تھیں۔ خاص طور پر شیر خان، بلاعنوان انعامی کہانی، ایک اور ایک بارہ، قصہ ایک سفید خرگوش کا، جادوگر کی نیکی، ساس کی صندوقچی سمیت تمام سلسلے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ **ایم شفیع چاہت بلوچ، بلوچستان۔**

● فروری کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ خصوصاً آپ کی لکھی ہوئی معاشرتی کہانی "شیر خان" بہت اچھی لگی۔ اس بار لطیفے بھی بہت اچھے تھے پڑھ کر مزہ آیا۔ **فائزہ محمد احمد خانزادہ، حیدر آباد۔**

● فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح اپنی مثال آپ تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات بہت پسند آئی۔ شیر خان (مسعود احمد برکاتی) بہت ہی زبردست تحریر تھی۔ انکل! اگر آپ کو حکیم محمد سعید کا متبادل کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ **وجیہا اقبال، کراچی۔**

● فروری کا رسالہ اپنی تعریف آپ تھا۔ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک تمام کہانیاں ومضامین ایک سے بڑھ کر ایک تھے، مگر انکل! آپ کی کہانی شیر خان نمبر لے گئی۔ **محمد احتشام کاظم، شیخوپورہ۔**

● تمام کہانیاں اچھی تھیں، لیکن شیر خان، جادوگر کی نیکی اور ڈاکٹر عمران مشتاق کی ایک اور ایک بارہ زیادہ پسند آئیں۔ ڈاکٹر عمران مشتاق کی تمام کہانیاں اچھی ہوتی ہیں۔ نظم "پرانا رسالہ" جاگو جگاؤ اور پہلی بات اچھی تھی۔ **شعور سخاوت، حیدر آباد۔**

● اس بار کا شمارہ زبردست تھا۔ ساس کی صندوقچی، بلاعنوان انعامی کہانی اور ایک اور ایک بارہ اچھی کہانیاں تھیں۔ **طوبیٰ احمد، حمزہ احمد، کراچی۔**

● تمام تحریریں بہت زیادہ پسند آئیں۔ ایک اور ایک بارہ (ڈاکٹر عمران مشتاق) اور بلاعنوان انعامی کہانی (م۔ص۔ ایمن) بہت اچھی تحریریں تھیں۔ ساس کی صندوقچی (سمعیہ غفار) پسند نہیں آئی۔ **سید دانیال قمر، بہاول پور۔**

● فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ سفید خرگوش کی کیا بات تھی۔ **محمد ذوہیب سورانی، ادیرو اسماعیل خان۔**

● تمام کہانیاں پسند آئیں۔ لطیفے بھی بہت اچھے لگے۔ بلاعنوان انعامی کہانی نے تو میرا دل جیت لیا۔ علم دریچے کی تمام تحریریں دل چسپ تھیں۔ یوں تو ہر مہینے کا نونہال بہتر ہوتا ہے، لیکن فروری کا شمارہ بے حد پسند آیا۔ **علی رضا سراج قریشی، نوشہرو فیروز۔**

● تازہ شمارہ بہت پسند آیا۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ آپ کا ہر شمارہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ لطیفے بھی بہت مزے مزے کے ہوتے ہیں۔ **سارہ خالد، جگہ نامعلوم۔**

● جاگو جگاؤ پڑھا تو سکون مل گیا۔ پہلی بات کی تو بات ہی الگ ہے اور اس مہینے کا خیال تو قیمتی موتیوں کی طرح ہے جو زندگی بھر یاد رہتا ہے اور اس سے ہمیں بہت سبق ملتا ہے۔ دلوں میں جو اندھیرا ہوتا ہے، روشن خیالات اُسے روشن کر دیتے ہیں۔ نظموں میں پیام سحر (الیس مغنی حیدر) اور رشک ارم ہو گا وطن (سیما شکیب) پسند آئیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے زبردست تھے۔ علم دریچے میں تو سب ٹکڑے اچھے تھے۔ نونہال ادیب میں سب سے زیادہ بارش کی کہانی (جویریہ آصف) اور قیاس آرائی (سیما ملک) بہت زیادہ پسند آئیں۔ اس بار کہانیاں کچھ زیادہ خاص نہیں تھیں۔ صرف دو کہانیاں نمبر لے گئیں۔ ایک بلاعنوان انعامی کہانی (م۔ص۔ ایمن) اور دوسری ایک اور ایک بارہ (ڈاکٹر عمران مشتاق) اچھی لگیں۔ باقی سلسلے بھی مزے دار تھے۔ انکل! نام ارم کے لفظی معنی بتا دیجیے اور یہ بھی کہ آپ سرورق میں صرف لڑکوں کی تصویروں کا انتخاب کیوں کرتے ہیں؟ **منور محمد علی لیاری، کراچی۔**

جنت ارم ایک بے نظیر باغ بھی تھا جو عاد کے بادشاہ شداد نے بنوایا تھا۔ تصویریں جو اچھی آتی ہیں چاہے لڑکوں کی ہوں یا لڑکیوں کی ہم دونوں چھاپتے ہیں۔

● سرورق جاذب نظر تھا، جس نے ہمارا دل موہ لیا۔ کہانیوں میں قصہ ایک سفید خرگوش کا، جادوگر کی نیکی اور ساس کی صندوقچی معیار کی بلندیوں پر تھیں۔ نظموں میں پیام سحر، رشک ارم ہو گا وطن بہت زبردست ہیں۔ نونہال ادیب میں کہانی دشمنی ختم ہو گئی اور مضمون تو گرام کی سیر تحریریں بہت پسند آئیں۔ **راجہ ثاقب محمود جنجوعہ، راجہ فرخ حیات خان جنجوعہ، راجا عظمت حیات، پنڈ دادن خان۔**

● فروری کے شمارے کی کہانیوں میں شیر خان، ایک اور ایک بارہ اور دریا پار جاتا ہے، بہت متاثر کن تھیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی بہت مزے دار تھی۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کے بارے میں محمد تنویر کا مضمون بہت معلوماتی تھا۔ **عمیر ثاقب جنجوعہ، مصطفیٰ جنجوعہ، عاطیہ فرخ جنجوعہ، پنڈ دادن خان۔**

● فروری کا شمارہ بھی ہمیشہ کی طرح زبردست رہا۔ کہانیوں میں خاص طور پر قصہ ایک سفید خرگوش کا، بلاعنوان انعامی کہانی، دریا پار جاتا ہے اور جادوگر کی نیکی دل چسپ تحریریں تھیں۔ **اولیس نور مال گنڈانی، میر پور ماتھیلو۔**

● فروری کا شمارہ اچھا تھا، کیوں کہ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ **محمد نور الدین معظم، مہر النساء معظم، اوتھل۔**

● ہمدرد نونہال بہت اچھا رسالہ ہے۔ اس میں لکھنے والے سب اچھا لکھتے ہیں۔ انکل! نونہالوں مصور کے لیے تصویر کا سائز کتنا ہونا چاہیے؟ **ثمرین عبدالصمد، رحیم یار خان۔**

تصویر کاپی اور رجسٹر سائز کے درمیان ہو اور رنگ گہرے ہوں۔

● فروری کا شمارہ اچھا تھا۔ لطیفے اور کہانیاں اور بیت بازی بھی اچھی تھی۔ **محمد آصف، عبدالسلام، عبدالرحمن، کبیر شاہ، بلوچستان۔**

● میں ہمدرد نونہال کی چھوٹی سی قاری ہوں اور ابھی صرف آٹھ سال کی ہوں۔ یہ خط میں امی سے لکھوا کے بھیج رہی ہوں۔ میری امی ہمدرد نونہال پڑھتی رہی ہیں اور اب میں اور امی دونوں پڑھتے ہیں۔ جب میں نونہال پڑھتی ہوں تو میرے نانا مجھے دیکھ کر کہتے ہیں کہ ماں کا ذوق بیٹی میں بھی منتقل ہو گیا ہے۔ مجھے ہمدرد نونہال اور اس کے سارے سلسلے اور کہانیاں بہت بہت زیادہ پسند ہیں۔ **حافظہ عائشہ سمیع، جگہ نامعلوم۔**

● فروری کے شمارے میں سب سے اچھی کہانی بلاعنوان انعامی کہانی تھی۔ اس کے علاوہ ساس کی صندوقچی، ایک اور ایک بارہ اور جادوگر کی نیکی اچھی کہانیاں تھیں۔ ہنسی گھر بھی اچھا لگا۔ **ربیعہ نعیم، ملتان۔**

● فروری کا شمارہ حسب روایت زبردست رہا۔ سرورق اچھا لگا۔ جاگو جگاؤ اور اس مہینے کا خیال بہت اچھا اور پُر اثر تھا۔ علم دریچے حسب معمول علمی اور معلوماتی تھا۔ انکل! نونہال ادیب کی نظمیں تو اچھی تھیں، لیکن کہانیاں بالکل بھی اچھی نہیں لگیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے بھی اچھے تھے اور کہانیاں تو ساری ہی اچھی تھیں۔ نظمیں بھی اے ون تھیں اور خبرنامہ پڑھ کر ہماری معلومات میں اضافہ ہو گیا۔ **انیلا محمود عالم انصاری، میر پور خاص۔**

● اس بار ہمدرد نونہال کا شمارہ زبردست تھا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔ **اقصیٰ فاطمہ، راولپنڈی۔**

● کہانیوں میں بلاعنوان انعامی کہانی (م۔ص۔ ایمن) بہت اچھی لگی۔ ساس کی صندوقچی (سمعیہ غفار) پسند آئی۔ جادوگر کی نیکی (محمد اقبال شمس) نیکی اور بدی کے متعلق تحریر تھی کہ نیکی کس طرح بدی پر غالب آتی ہے۔ یہ اچھی کوشش ہے۔ قصہ ایک سفید خرگوش کا (بیگم ثاقبہ رحیم الدین) ایک سبق آموز تحریر تھی۔ شیر خان خان (مسعود احمد برکاتی) محنت کی عظمت اور ایمان داری سے متعلق اچھی تحریر تھی۔ اردو کی ۲۵ اہم کتابیں (احمد خان خلیل) بہت معلوماتی مضمون ہے۔ ایک اور ایک بارہ (ڈاکٹر عمران مشتاق) ہلکی پھلکی تحریر تھی، اچھی لگی۔ **سمانہ تقوی، جگہ نامعلوم۔**

● فروری کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں ایک اور ایک بارہ، ساس کی صندوقچی اور تمیں مار خان بہت پسند آئیں۔ **فرحین علی خان، شاہ منصور صوابی۔**

● جاگو جگاؤ، روشن خیالات، پہلی بات ہمیشہ کی طرح مختصر لیکن پُر اثر ہے۔ مضمون "پیارے نبی نے فرمایا" پڑھ کر دل سے دعا نکلی کہ کاش! ہم بھی ان حدیثوں پر عمل کر کے اپنی زندگی کو بہتر بنالیں۔ علم دریچے میں اللہ کی راہ میں (اقصیٰ راؤ عبدالغفار) پڑھ کر دل سرشاری سے جھوم اٹھا۔ سبحان اللہ! کہانیوں میں سچا استاد، دریا پار جاتا ہے، قصہ ایک سفید خرگوش کا اور ایک اور ایک بارہ بہت پسند آئیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی سسپنس سے بھرپور تھی۔ نظموں میں پرانا رسالہ (شمس الفقر عاکف) نے تو نونہال کو چار چاند لگا دیے۔ نونہال ادیب میں قیاس آرائی (سیما ملک، سکرنڈ) بہت دل چسپ تحریر تھی۔ **سمعیہ ہاشم، سونیا خورشید، عابدہ عبدالغفار، ٹنڈو جان محمد۔**

● فروری کا شمارہ شروع سے لے کر آخر تک بہترین تھا۔ ساس کی صندوقچی بہترین کہانی تھی۔ شیر خان اصلاحی کہانی تھی، بہت پسند آئی۔ **حافظ حامد عبدالباقی، حویلیاں۔**

☆☆☆

آئندہ شمارے کی متوقع تحریریں

☆ پاکستان میں رہنے والے ایک چینی آدمی کی سبق آموز کہانی۔ (وقار محسن)

☆ اپنا نام چھپوانے کے شوقین نونہالوں کے لیے ایک خوب صورت تحریر۔ (مسعود احمد برکاتی)

☆ ساری بکریاں ایک خوں خوار بھیڑیے کے خلاف متحد ہو گئیں۔ (سمعیہ غفار)

☆ اور بہت ساری مزے مزے کی کہانیاں ☆ نئی نئی حیرت انگیز اور مفید معلومات

☆ آسان انعامی سلسلے

☆ اس کے علاوہ اور بہت سی دل چسپیاں

نونہال خبر نامہ

اے ٹی ایم مشین سے پیسوں کے بجائے کتابیں نکالیں

بینکوں نے عوام کی سہولت کے لیے جگہ جگہ اے ٹی ایم مشینیں لگا رکھی ہیں، تاکہ جب بھی رقم کی ضرورت ہو، اپنا خفیہ نمبر مشین میں ڈالیں اور رقم حاصل کرلیں۔ چین میں اب ان مشینوں سے رقم کے بجائے کتابیں نکالی جاسکتی ہیں۔ کتابوں کی شوقین چینی قوم کے لیے اب ایک زبردست سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ کتابوں والی اے ٹی ایم مشینیں بس اسٹاپس پر لگائی گئی ہیں۔ بس اب کتاب خریدیں اور سفر کے دوران پڑھتے چلے جائیں۔ ☆

انڈے بیچنے والی مشین

جاپانی قوم ہر کام مشینوں سے کرنے کی عادی ہے۔ اب یہاں انڈے لینے کے لیے بھی وینڈنگ مشین لگادی گئی ہیں۔ تازہ انڈے لینے کے لیے اب بیکری جانے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس مشین میں پیسے ڈالیں اور اس میں موجود انڈے آپ کے ہوئے۔ یہ مشین خصوصی طور پر ایسے قصبوں اور چھوٹے شہروں میں لگائی گئی ہیں، جہاں بازار اور دکانیں گھروں کے قریب واقع نہیں ہیں۔ ☆

نابینا بچی اسکول میں ہر سال اول

متحدہ عرب امارات میں ایک نابینا بچی نے عزم و ہمت کی نئی مثال قائم کردی۔ نورا نامی یہ لڑکی اپنے اسکول کی واحد طالبہ ہے جو بینائی سے محروم ہے، اس کے باوجود ہر سال اول آتی رہی ہے۔ نورا نے ہائی اسکول کی تعلیم اعلا نمبروں کے ساتھ مکمل کی ہے۔ نابینا پن کو اپنی خامی سمجھنے کے بجائے اسے خدا کا عطیہ سمجھتی ہیں۔ نورا چاہتی ہیں کہ لوگ ان کی حالت پر رحم کھانے کی بجائے ان کے ساتھ عام بچوں جیسا رویہ اختیار کریں۔ نابینا ہونے کے باوجود نورا اپنے اسکول کی تمام ہم جولیوں کو شناخت کرلیتی ہیں۔ نورا کے لیے سب سے پریشان کن وقت وہ ہوتا ہے جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ وہ نابینا ہونے کی وجہ سے زندگی میں کچھ نہیں کرسکتیں۔ نورا کے والد کا انتقال ہوچکا ہے، جب کہ ان کے بھائی بھی نابینا ہیں۔ وہ اپنی ہمت سے نفسیات میں اعلا تعلیم حاصل کرنے کے لیے پُرعزم ہے۔ ☆

نونہال ادب کی نئی کتابیں

عربی زبان کے دس سبق

مؤلف : مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی

صرف دس اسباق میں عربی زبان سکھانے کا نہایت آسان طریقہ، جس کی مدد سے اتنی عربی سیکھی جاسکتی ہے کہ قرآنِ حکیم سمجھ کر پڑھ لیا جائے۔ اس کے علاوہ رسالہ ہمدرد نونہال میں شائع کردہ عربی زبان سکھانے کا سلسلہ ''**عربی زبان سیکھو**'' بھی اس کتاب میں شامل ہے۔

صفحات : ۹۶ —— قیمت : ۷۵ رُپے

پیاری سی پہاڑی لڑکی

بچوں کے ادیب مسعود احمد برکاتی کے قلم سے

انگریزی کہانی ''ہیدی'' کا اردو ترجمہ۔ ایک یتیم، معصوم، بھولی بھالی پہاڑی لڑکی کی کہانی، جس نے اپنے بدمزاج دادا کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ آسان محاوروں سے سجی اور دل کش رواں زبان میں تصاویر کے ساتھ۔

صفحات : ۷۲ —— قیمت : ۶۵ رُپے

ایڈیسن کا بچپن

مؤلفہ : گوہر تاج

بجلی کا بلب ایجاد کر کے پوری دنیا کو روشن کرنے والے سائنس داں کے بچپن کی کہانی، جس نے سیکڑوں ایجادیں کیں۔ جدوجہد اور جستجو کے سبق آموز اور حوصلہ پیدا کرنے والے سچے واقعات۔

صفحات : ۲۴ —— قیمت : ۲۵ رُپے

ولیم شیکسپیئر

مؤلف : حسن ذکی کاظمی

انگریزی ادب کے عظیم ڈراما نگار کے حالات زندگی، جس کے ڈرامے ساری دنیا میں پڑھے جاتے ہیں اور فلمائے جاتے ہیں۔ یہ کتاب اس کے کارناموں سے واقف کرانے میں بہت مددگار ہے۔

صفحات : ۲۴ —— قیمت : ۲۵ رُپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

ہنڈ کلیا

لوکی کی کھیر

مرسلہ : قمر ناز دہلوی، کراچی

لوکی	ایک پاؤ	چینی	حسب ذائقہ
دودھ	دو کلو	کیوڑا	کھانے کا ایک چمچہ
چاول	۵۰ گرام	سبز الائچی	چھے یا آٹھ عدد
کھویا	۵۰ گرام		

سجاوٹ کے لیے : باریک کٹے ہوئے پستے اور بادام کھانے کے دو دو چمچے، چاندی کے ورق حسب ضرورت۔

ترکیب: چاولوں کو تھوڑی دیر بھگو کر پیس لیں۔ ایک دیگچی میں دودھ گرم کریں اور پسے ہوئے چاول ڈال کر پکنے رکھ دیں۔ جب دودھ گاڑھا ہونے لگے تو الائچی اور چینی ڈال دیں۔ لوکی کدوکش کر کے اس میں ملالیں اور تھوڑی دیر پکائیں، جب تک اس کا ہرا رنگ برقرار رہے۔ جب کھیر تیار ہو جائے تو اُتار لیں اور کیوڑا ڈال کر ڈھکنا لگا کر رکھ دیں۔ تھوڑی دیر بعد ڈش میں نکال کر پستے، بادام اور چاندی کے ورق سے سجائیں۔ ٹھنڈا کر کے کھانے کے لیے پیش کریں۔☆

چائنیز آملیٹ

مرسلہ: ماہا نور قدیر، جہلم

انڈے	دو عدد	سویا ساس	ایک چائے کا چمچہ
شملہ مرچ	ایک عدد	سفید مرچ	ایک چائے کا چمچہ
ہری پیاز	ایک عدد	نمک	حسب ذائقہ
تیل	آدھی پیالی		

ترکیب: شملہ مرچ اور ہری پیاز کو باریک کاٹ لیں۔ ایک پیالے میں انڈے پھینٹ کر اس میں باقی تمام چیزیں ڈال کر اچھی طرح ملالیں۔ تلنے والے برتن میں تیل گرم کر کے انڈوں کا آمیزہ ڈال دیں۔ ایک طرف سے براؤن ہو جانے پر پلٹ کر دوسری طرف سے بھی ایسا ہی کرلیں، پھر گرم گرم پیش کریں۔☆

بدقسمت ٹائی ٹینک

سلمہ محمد صلاح الدین

۱۰- اپریل ۱۹۱۲ء کو دنیا کا سب سے بڑا اور تیز رفتار بحری جہاز برطانیہ سے نیویارک روانہ ہوا۔ اس جہاز کا نام ''ٹائی ٹینک'' تھا۔ اس جہاز میں تقریباً دو ہزار مسافر سوار تھے۔ ٹائی ٹینک پانی پر تیرتا ہوا شہر جیسا شان دار نظر آ رہا تھا۔ اس کو بڑی احتیاط سے تیار کر کے ماہرین نے یہ کہہ کر پانی میں اُتارا کہ یہ کبھی نہ ڈوبنے والا جہاز ہے۔ ٹائی ٹینک میں پندرہ منزلیں تھیں۔ اس کے اندر کئی عظیم الشان سیڑھیاں، ڈرائنگ روم، دکانیں، سوئمنگ پول اور دیگر سہولیات موجود تھیں۔ مسافروں کا سفر بڑا دل کش تھا۔ سبھی مرد، بچے، عورتیں اس یادگار سفر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس بات پر خوش تھے کہ دنیا کے سب سے عظیم جہاز میں سفر کر رہے ہیں۔ کیپٹن اسمتھ اور ان کے ساتھی مسافروں کی ہر خواہش کا احترام کر رہے تھے۔ ٹائی ٹینک چار دن سے مسلسل چل رہا تھا۔ ۱۴- اپریل کی رات بہت سرد تھی۔ آسمان صاف اور سمندر خاموش تھا۔ بہت سے مسافر نیند کی آغوش میں تھے۔ رات کے گیارہ بج کر چالیس منٹ کا وقت تھا، تب جہاز کے عرشے پر موجود واچ مین نے اچانک کچھ دیکھا۔ ٹائی ٹینک کے راستے میں برف کا بہت بڑا ہیبت ناک پہاڑ آ چکا تھا۔ واچ مین نے فوراً انجن روم میں اطلاع دی۔ کیپٹن اسمتھ نے اسی وقت حفاظتی اقدام شروع کر دیے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاز کو برف سے بچانے کی کوشش کی، لیکن جہاز کا ایک حصہ پہاڑ سے ٹکرا گیا اور برف کا ایک بڑا ٹکڑا جہاز سے ٹکرا گیا، جس نے جہاز میں سوراخ کر دیا۔ سوراخ کے ذریعے سے سمندر کا پانی جہاز کے عرشے تک آ پہنچا۔ کیپٹن

اسمتھ اور اس کے ساتھی پانی کو روکنے کی کوشش کرتے رہے، لیکن ناکام رہے۔ وہ سمجھ گئے کہ عظیم ٹائی ٹینک اب ڈوبنے والا ہے اور اب ان کے بچنے کا کوئی امکان نہیں۔ کیپٹن اسمتھ سوا بارہ بجے ریڈیو کے ذریعے سے سگنل دینے لگا کہ ہماری فوری مدد کی جائے، جہاز برفانی پہاڑ سے ٹکرا چکا ہے، لیکن اس کا نتیجہ نہ نکلا۔ کیلی فورنیا نامی بحری جہاز ۱۸۔کلومیٹر دور تھا، لیکن وہ بھی ٹائی ٹینک کے سگنل وصول نہ کر سکا، کیوں کہ وہ رات بارہ بجے کے بعد اپنے ریڈیو سگنل بند کر دیتے تھے۔ ٹائی ٹینک میں ہر طرف افراتفری مچی ہوئی تھی۔

ٹائی ٹینک میں زندگی بچانے کے لیے جدو جہد کی جارہی تھی۔ کیپٹن اسمتھ نے لائف جیکٹس تیار کروائیں، لیکن ان کی تعداد ایک ہزار تھی، جب کہ مسافر دو ہزار تھے۔ عورتوں اور معصوم بچوں کو پہلے جیکٹس پہنا کر چھوٹی کشتیوں کے ذریعے سے روانہ کر دیا گیا۔ ٹائی ٹینک پر قیامت صغریٰ کا منظر تھا۔ سمندر کسی خوں خوار شکاری کی طرح اس بدنصیب جہاز کو ہڑپ کر رہا تھا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد ٹائی ٹینک کا صرف ایک حصہ سمندر کے سینے پر رہ گیا۔ سیکڑوں مسافروں نے سمندر میں کود کر جان بچانے کی کوشش کی، ان میں سے بہت کم بچ پائے۔

آخری وقت میں کارپیتھیا (CARPITHIA) نامی ایک چھوٹے جہاز نے جو صرف سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا، سگنل وصول کیے۔ تب تک بدقسمت ''ٹائی ٹینک'' اپنی سلامتی کی جنگ ہار چکا تھا۔ رات کو دو بج کر بیس منٹ پر جہاز سمندر میں ڈھائی میل کی گہرائی میں دفن ہو کر تاریخ کا حصہ بن گیا۔ کارپیتھیا جہاز صبح چار بجے وہاں پہنچا اور صرف ۷۰۰ انسانوں کو بچا سکا۔

آج ٹائی ٹینک تاریخ کا حصہ بن چکا ہے، جو ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز ختم ہونے والی ہے، صرف خدا اور اس کا نام ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ☆

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال **فروری ۲۰۱۲ء** میں جناب **م۔ص۔ایمن** کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع کی گئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ جس میں سے کمیٹی نے بہت غور کرنے کے بعد صرف ایک عنوان **''خوب صورت دھوکا''** کو بہترین قرار دیا ہے۔ یہ عنوان ہمیں مختلف جگہوں سے مندرجہ ذیل چار نونہالوں نے ارسال کیا ہے:

۱۔ اسیہ جمال بروہی، طیر سٹی، کراچی

۲۔ سید محمد عباس، گل بہار، کراچی

۳۔ لاریب جاوید، فیڈرل بی ایریا، کراچی

۴۔ انیلا محمود انصاری، سیٹلائٹ ٹاؤن، میر پور خاص

﴿ چند اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں ﴾

انوکھی واردات۔ کیا کھویا، کیا پایا۔ نصیب اپنا اپنا۔ چراغ تلے اندھیرا۔ چھپا ہوا سونا۔ چھپا ہوا خزانہ۔ حکمت عملی۔ آنکھوں میں دھول۔ کھوٹی قسمت۔ سونے کا گھر۔ آنکھ اوجھل، پہاڑ اوجھل۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ **کراچی:** حنا صبا، یسریٰ فرزین، محمد احمد عالم، محمد صہیب علی، سید بلال حسین ذاکر، عمران شکیل، کنول فدا حسین کیریو، مریم اویس، عباس علی مونی دکھی، اُسامہ شبیر احمد قریشی، جویریہ منور، جویریہ آصف، بادام خان، ربیعہ امتیاز، واجد نگینوی، محمد کامران عباسی، انشا صادق، کشف سندھو، ظہور اعدنان، اخت عمر مسترشد، عظمیٰ کنول، محمد عمر اقبال خان، محمد حارث، ہانیہ شفیق، اقراء منور حسین، صنوبر محمد علی، محمد حمزہ اشرفی، مہوش اختر، محمد زبیر، آمنہ ذیشان، لائبہ فاطمہ، انجیشاء کامران عزیز، وجی ہار حسین فاطمی، سیدہ نمیرہ مسعود، حافظ عزیز علی خان، وجیہہ قابال، رخشی آفتاب، سدرہ علی، رضی اللہ خان، قراۃ العین، سبیکا خان، جویریہ

امام، شاء اسلم خانزادہ، محمد عمر بیگ، نعیم رحمٰن خانزادہ، سید محتشم انصار احمد، مہوش حسین، سحرش شاہ، عروبہ
شمس، حافظہ عمیرہ، سمیہ یاسین، نوح بن احمد، راشد عالم، سیما عالم، ایمن جان عالم، طوبیٰ احمد، محمد ولید
خالق، اصفیہ گوہر، عبداللہ خان، دعا خان، فرح اسلام، علی عبداللہ، حفصہ خان، شیخ حسن جاوید، عائشہ
قیصر، ماہ نور فاطمہ، فائزہ مفتی، تحریم خان، سہیل احمد بابوزئی، خدیجہ عبدالرزاق، سید حسنین حیدر، زبیرہ
عبداللہ صدیقی، محمد دلشاد، زوبیہ حیدر، آمنہ ظفر، سیدہ مریم محبوب، خدیجہ سلیم، نشیمہ سلیم، اسد سردار، سلمیٰ
محمد صلاح الدین، سیدہ جویریہ جاوید، سید عفان علی جاوید، سید صفوان علی جاوید، سید باذل علی اظہر، سید
شہظل علی اظہر، عروج اسلم، شاہ بشریٰ عالم، رخسانہ جنید، شازیہ انصاری، جویریہ حفیظ اللہ خان نیازی، یمنیٰ
معین، مریم معین، یوسف مفتی، حنظلہ بقائی، حفصہ بنت سید ریحان احمد، حافظ محمد راحت حسین نظامی،
آمنہ اسرار، سہلہ صدیقی، کنزہ راشد عثمانی، رضوان احمد، سمانہ تقوی، اسماء ارشد، فرح ارم، سلیمان امتیاز،
ارج شاہد قادری، حسان یاسر انصاری، ایمان ظفر، انشراح یاسر انصاری، محمد کاشان اسلم، لائبہ محمود، حبیبہ
حفیظ، سید محمد حذیفہ، خدیجہ کوثر، محمد علی نسرین، محمد معاذ عمران، سامعہ ثناء اللہ، حفصہ بنت سید ریحان
احمد ☆ **مکلی ٹھٹھہ:** سوہل ہیر قریشی، سوہل قریشی، تیمور جاوید، عائشہ بی بی، الضحیٰ، اُم کلثوم، اقصیٰ احمد، وجیہہ
جاوید ☆ **حیدر آباد:** شہو رسخاوت، غلام شہباز عمر، صدف کلثوم، محمد کامران علی خلیل مغل، ارسلان اللہ
خان، مرزا اسفار بیگ، منعم فاطمہ خانزادہ، امثل عبدالجبار، اُم فریعہ عمر بنگش، مرزا فرحال بیگ، طٰہٰ
یاسین، محمد عدیل رشید، ضحیٰ حنان خان، عائشہ خان، ہمیرا فرید، معظم علی، ہبرینہ رضوان احمد، عائشہ احتشام
☆ **سکرنڈ:** عبداللہ کنگ محمد انور، محمد اویس دانش خانزادہ، ادیب سمیع چمن ☆ **جھڈو:** شہزیم راجا، عبید
الرحمٰن احمد عبیدالرحمٰن، احسان اللہ، محمد رؤف قائم خانی ☆ **سانگھڑ:** فرح ناز ابراہیم لغاری، محمد ثاقب
منصوری، صائم عبداللہ ☆ **نجھورو:** رانا مبین حیدر راجپوت، رانا مرتضیٰ حیدر راجپوت، رانا ذوالقرنین
حیدر راجپوت، رانا ذوالفقار حیدر راجپوت ☆ **میر پور خاص:** عاصمہ عبدالحمید راٹھور، ذوئش میر، ولیزہ
امین، عائشہ بعدالرحمٰن ڈوگر، محمد طلحہ مغل ڈوگری، محمد اعظم مغل ڈوگری، فیروز احمد، مظفر احمد شیخ کیلانی، سمعیہ
نادر خان، کائنات اسلم ☆ **سکھر:** محمد فرقان شیخ اقصیٰ فاروق، دلشاد انصاری، عثمان احمد، صائمہ شیر

محمد، عائشہ محمد خالد قریشی، محمد صہیب عباسی ☆ **کوئٹہ:** میمونہ فتح محمد، محمد عمیر، عمر ارشد ☆ **بہاول پور:** محمد انس
ریاض، محمد عثمان عابد، سید دانیال قمر شاہ، قراۃ العین عینی، صباحت گل، احمد ارسلان، حنا بلقیس، سعید احمد،
ایمن نور ☆ **ملتان:** محمد حذیفہ علی، مسکان ملک، شمسہ کنول صابری، فاطمہ بی بی، محمد ذکی کشمیری، طوبیٰ
ساجد، سیدہ لبابہ ہاشمی، ربیعہ نعیم، حافظ عبدالمقیت چغتائی ☆ **ڈیرہ غازی خان:** عبیدالرحمٰن، عمارہ الیاس
خان ☆ **فیصل آباد:** محمد شعیب اقبال خاں، عبدالخالق، عائشہ اسلم مغل، صفی الرحمٰن، یشل معظم ☆ **شیخو
پورہ:** اشعر بن داؤد، محمد احتشام کاظم ☆ **لاہور:** محمد افضل اکرم، عائشہ مجید، ایمان احمد، وہاج عرفان، محمد
عبداللہ فہیم، زاہد امتیاز ☆ **جہلم:** محمد افضل، امامہ حسن، شایان اقدس ☆ **راولپنڈی:** حمنہ شفیق، عبدالرحمٰن،
راضیہ سید، ضحیٰ سہیل، طلال طارق، عبدالواسع ☆ **چکوال:** عائشہ ظفر، محمد ثاقب ☆ **پشاور:** سندس شہزاد،
حانیہ شہزاد ☆ **اٹک:** حماد احمد، علشباع زینب ☆ **خوشاب:** اقصیٰ اشرف، محمد جعفر ☆ **حب چوکی بلوچستان:**
ایم شفیع شاہت بلوچ ☆ **کوٹری:** سبینہ نور ☆ **شہداد پور:** محمد صالح جان الخیری ☆ **عمر کوٹ:** فضا علی بلوچ
☆ **پنو عاقل:** محمد وقاص خواجہ ☆ **گھوٹکی:** عائشہ زدیا ☆ **بہاول نگر:** فرحان اشرف ☆ **بورے والا:** یشفی
شاہد ☆ **منڈی بہاؤ الدین:** ایم ابو ہریرہ ☆ **سرائے سدھو:** شہزادہ صغیر ☆ **کبیر والا:** محمد نعمان اتفاق
☆ **وہاڑی:** شارو دل ☆ **جھنگ:** محمد صہیب ☆ **سیالکوٹ:** عائشہ افضل ملک، عبدالحنان اعوان ☆ **گوجر
انوالہ:** نوال فاطمہ ☆ **ٹیکسلا کینٹ:** آمنہ حسین ☆ **کہوٹہ:** عبیدالرحمٰن ☆ **اسلام آباد:** محمد وقاص حمید
☆ **گلگت:** شہریار ☆ **ڈیرہ اسماعیل خان:** محمد ذوہیب سورانی ☆ **چارسدہ:** الطاف اللہ لطف ☆ **کوٹلی آزاد
کشمیر:** شہریار احمد چغتائی ☆ **اوتھل بلوچستان:** زین العابدین بھٹہ، شفق محمد علی، مہر النساء، نادیہ ☆ **ٹنڈو
آدم:** فیروز مری ☆ **کھپرو:** زنیرہ محمد انور ☆ **شکار پور:** صبا عبدالستار شیخ ☆ **ٹھارو شاہ:** شایان آصف
خانزادہ ☆ **لاڑکانہ:** سرکشا کماری ☆ **میر پور ماتھیلو:** اویس نور ال گڈانی ☆ **خانپور ضلع رحیم یار خان:**
شاہانہ مروت ☆ **لیاقت پور:** مدثر رشید ☆ **ہارون آباد ضلع بہاولنگر!** حذیفہ احمد ☆ **سرگودھا:** ماریہ
وسیم ☆ **تلہ گنگ (ضلع چکوال):** عاطف ممتاز ☆ **صوابی:** فرحین علی خان ☆ **پنڈ دادن خان:** راجا فرخ
حیات خان جنجوعہ ☆ **ٹنڈو جان محمد:** عابدہ عبدالغفار ☆ **مکران (بلوچستان):** یاسر خلیل احمد بلوچ۔ ☆

کپڑے خود بخود صاف

چینی سائنس داں آخر ایسا کیمیکل تیار کرنے میں کام یاب ہو گئے ہیں، جسے سوتی کپڑوں پر لگا دیا جائے تو وہ خود بہ خود صاف ستھرے ہو جاتے ہیں اور ان کی بُو بھی ختم ہو جاتی ہے۔ کیمیکل لگانے کے بعد کپڑوں کو دھوپ میں لٹکانا پڑتا ہے۔

سائنس دانوں کا دعوا ہے کہ یہ کیمیکل کم قیمت ہوگا اور اسے استعمال کرنے سے جسم پر بُرے اثرات بھی مرتب نہیں ہوں گے۔ یہ کیمیکل میل کچیل کو تیزی سے صاف کرتا ہے۔ یہ کیمیکل پہلے ہی کھڑکی، دروازوں، باورچی خانوں اور ٹوائلٹ کی صفائی میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اگر اس سے موزے صاف کیے جائیں تو ان کی بُو یکسر جاتی رہتی ہے۔

خیال ہے کہ ایسے کیمیکل لگے کپڑے لوگوں میں یقیناً مقبول ہوں گے۔

چین میں توانائی کے بحران کے بعد حکومت نے سختی سے ایئر کنڈیشن کے استعمال پر پابندی لگا دی ہے۔ چناں چہ ایسے کپڑے جو جسم کو سکون دیں اور ٹھنڈک پہنچائیں، بازار میں تیزی سے فروخت ہوں گے۔

صنعت کاروں نے کہا کہ یہ کپڑے ایشیا کے ایسے ملکوں میں بھی فروخت ہوں گے، جہاں گرمی زیادہ پڑتی ہے۔ یہ کپڑے جسم کو پُر سکون رکھتے ہیں اور ان پر استری کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ کپڑوں کو دھونا نہیں پڑتا اور انھیں پہننے کے بعد ان سے پسینے کی بُو بھی نہیں آتی۔

دل چسپ بات یہ ہے کہ جب ان کی صفائی کرنی ہوگی تو انھیں صرف دھوپ میں لٹکانا پڑے گا۔

☆......☆......☆

جوابات معلومات افزا - ۱۹۴

سوالات فروری ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئے تھے

۱۔ حضورِ اکرمؐ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔

۲۔ حضرت بلال حبشیؓ کو حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

۳۔ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ ہے۔

۴۔ پاکستان کا سب سے لمبا دریا دریائے سندھ ہے۔

۵۔ مسلمان فلسفی ابنِ رشد قرطبہ میں پیدا ہوئے تھے۔

۶۔ مغل بادشاہ امیر تیمور لنگڑا کر چلتا تھا۔

۷۔ قاضی نذر الاسلام بنگلہ دیش کے مشہور شاعر تھے۔

۸۔ پاکستان کے ممتاز مصور آذر زوبی کا اصل نام عنایت اللہ تھا۔

۹۔ کیپٹن محمد سرور شہید کو سب سے پہلے نشانِ حیدر دیا گیا تھا۔

۱۰۔ مشہور سائنس داں البرٹ آئن سٹائن جرمنی میں پیدا ہوا۔

۱۱۔ ''آغا'' ترکی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے، آقا، مالک، بڑا بھائی۔

۱۲۔ انگریزی زبان میں تربوز کو WATER MELON کہتے ہیں۔

۱۳۔ اردو زبان کا ایک محاورہ یہ ہے: ''ایڑی چوٹی کا زور لگانا''

۱۴۔ اسلامی ملک شام کی کرنسی پاؤنڈ کہلاتی ہے۔

۱۵۔ سورج کو آفتاب، شمس، خورشید اور مہر بھی کہتے ہیں۔

۱۶۔ میر تقی میر کے اس شعر کا پہلا مصرع اس طرح درست ہے:

میر، عمداً بھی کوئی مرتا ہے ۔۔۔ جان ہے تو جہان ہے پیارے

انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

◉ **کراچی:** اسد اسرار، نعیم رحمٰن خانزادہ، رخسانہ جنید، زعیم اختر، سیدہ اعظم مسعود، محمد سعد عمران
◉ **حیدرآباد:** مدثر کمال، پاکیزہ حسین، غلام شہباز عمر ◉ **ملتان:** فاطمہ بی بی
◉ **پنوعاقل:** محمد وقاص خواجہ ◉ **میرپورخاص:** عدیل احمد ◉ **سکھر:** محمد فرقان شیخ
◉ **فیصل آباد:** عائشہ اسلم مغل ◉ **کرک:** فہد زمان۔

۱۶ درست جوابات بھیجنے والے ذہین نونہال

◉ **کراچی:** ماہ نور فاطمہ، ثنا، اسلم خانزادہ، یسریٰ عتیق، میمونہ اختر، عمیم اختر، عاشر صادق، شاہ ایمان علی ◉ **حیدرآباد:** مکرم علی، محسن علی، مرزا اسفار بیگ، مرزا فرحال بیگ، طٰہٰ یاسین ◉ **ملتان:** محمد ذکی کشمیری

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

◉ **کراچی:** مریم اویس، محمد دلشاد، رضی اللہ خان، ثاقب تنویر، سید بلال حسین ذاکر، عنبر شمس، سیدہ مریم محبوب، سیدہ ساکلہ محبوب، عثمان شاہد، سید عفان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، سید باذل علی اظہر، سید شہظل علی اظہر، شاہ محمد مظہر عالم، بانیہ شفیق، علیزہ سہیل، حنظلہ بقائی، جویریہ حفیظ، سیدہ معاویہ ظہور، محمد آصف انصاری، مہوش اختر، اسماء ارشد، محمد عمر بیگ، حاسن یاسر انصاری ◉ **ملکی تھجہ:** اقصیٰ احمد، ام کلثوم، عائشہ بی بی، انصحیٰ فاطمہ، وجیہہ جاوید، سوہل قریشی، موہل ہیر قریشی
◉ **حیدرآباد:** زین حنان خان، عائشہ احتشام الحق، شہور سخاوت، احمر شاہد انصاری ◉ **بہاول پور:** ایمن نور، سعید احمد، قراۃ العین عینی، صباحت گل، احمد ارسلان، حنا بلقیس، محمد انس، ریاض بھٹی ◉ **لاہور:** امتیاز علی ناز، محمد حسین ◉ **راولپنڈی:** حفصہ مہتاب، محمد حسن ساجد، عبدالرحمٰن حامد، زنیرہ عافیہ، ضحیٰ سہیل ◉ **سکرنڈ:** صادقین ندیم خانزادہ ◉ **سانگھڑ:** محمد عاقب منصوری ◉ **میرپورخاص:** عاصمہ عبدالحمید راٹھور ◉ **ڈیرہ غازی خان:** عبداللہ سلمان ◉ **ملتان:** طوبیٰ ساجد ◉ **کھاریاں کینٹ:** امیمہ ضیا، ◉ **جہلم:** محمد افضل ◉ **پشاور:** حانیہ شہزاد ◉ **کوٹلی آزاد کشمیر:** محمد جواد چغتائی ◉ **میرپورخاص:** کائنات اسلم ◉ **اوتھل بلوچستان:** عبدالکبیر، مدیحہ رمضان بھٹہ ◉ **وزیرآباد:** محمد وسیم عارف ◉ **خیبر پختون خواہ:** فرحین علی۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

◉ **کراچی:** عائشہ محمد حنیف، تہنیت خان، سید محمد عباس، سید حسین حیدر، سمعیہ عارف، ارنیا آفتاب، سمعیہ جان عالم، فرحان فہیم، سید محمد لقمان موساوی، زہرہ بریں، ایمن معین، محمد عدیل خالق، فبے باخر فاطمی، منزہ ارشد، رضوان احمد، انشراح یاسر انصاری، محمد کاشان اسلم، عباس حسین ◉ **کوٹری:** نازیہ حسن، نادر علی، جتھیال ◉ **حیدرآباد:** اشل عبدالجبار، شاہدہ سلطان بخش، محمد کامران علی خلیل مغل، محمد ارباب بیگ، غوثیہ مہک، شوعا عبدالرزاق ◉ **سنجورو:** محمد امین سیف الملوک، خالدہ عبدالقدوس خان، رانا مبین حیدر راجپوت، رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت ◉ **بہاول پور:** محمد عثمان عابد، مبشرہ حسین ◉ **فیصل آباد:** محمد شعیب

اقبال خان، عروبہ کوثر ◉ **سکرنڈ:** منور سعید خانزادہ راجپوت ◉ **میرپورخاص:** محمد اعظم مغل ڈگری ◉ **سکھر:** دلشاد انصاری، محمد صہیب عباسی ◉ **کبیروالا:** محمد نعمان اشفاق ◉ **سرائے عالمگیر:** [illegible] ◉ **سیالکوٹ:** عائشہ افضل ملک ◉ **لاہور:** فاطمہ فہیم، ماہ نور فہیم ◉ **اٹک:** حماد احمد ◉ **ٹھاروشاہ (ضلع نوشہرو فیروز):** اریان آصف خانزادہ راجپوت ◉ **اوتھل بلوچستان:** سعدیہ نذر محمد رونجہ، نورالدین ◉ **کوئٹہ:** عمر ارشد ◉ **مرید کے:** [illegible] ◉ **چکوال:** عاطف ممتاز۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

◉ **کراچی:** محسن امیر صدیقی، محمد حمزہ، [illegible]، اقبال خان، زوہیب حیدر، اریبہ شہزادی، ایمن بن احمد، سیما عالم، راشد عالم، خدیجہ سلیم، [illegible]، اسما الطاف، دانیہ ماہم، شیخ حسن جاوید، محمد زبیر، سیدہ فبے باانصار احمد، سید زین العابدین، سید محمد طلحہ، سلمان اعجاز، فرح ارم، نادیہ نسرین، آریکو ◉ **حیدرآباد:** ثمین خان، محمد عدیل رشید، ادیب سمیع چمن ◉ **جہلم:** شایان اقدس ◉ **میرپورخاص:** محمد طلحہ مغل ڈگری ◉ **سکھر:** سائمہ محمد ◉ **کوئٹہ:** میمونہ فتح محمد ◉ **ملتان:** محمد حذیفہ علی ◉ **ڈیرہ غازی خان:** محمد فہد الیاس ◉ **واہ کینٹ:** اذکی احمد ◉ **گوجرانوالہ:** محمد حویرث نور ◉ **لاہور:** ارمغان الرحمن ◉ **راولپنڈی:** حمزہ واصل ◉ **خوشاب:** محمد جعفر ◉ **سانگھڑ:** صائم عبداللہ ◉ **حب (بلوچستان):** بختاور اظہر ◉ **شکار پور:** محمد عامر شیخ ◉ **بہاول نگر:** سید طلحہ افضال گیلانی ◉ **لیاقت پور:** مدثر رشید ◉ **مکران بلوچستان:** یاسر خلیل احمد بلوچ۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

◉ **کراچی:** سید شمس الحق ہاری، فائزہ مطلق، اسامہ قریشی، مفازہ قیصر، حسام توقیر، سیدہ ایلیا، اکبر جعفری، بنت المسترشد، فرح اسلام، طوبیٰ احمد، ربیعہ امام، علی عبداللہ، کائنات عالم، ثمرہ مصطفیٰ، عاصمہ فرحین، یوسف متقی، عمارہ سندھو، اکبر حیات خان، متقی بتول، آمنہ اسرار ◉ **حیدرآباد:** شجیعہ، رابعہ زاہد ◉ **جھڈو (ضلع میرپورخاص):** شمیم راجا، احسان اللہ محمد رؤف قائم خانی ◉ **ملتان:** احمد نواز خان، سیدہ لبابہ ہاشمی ◉ **شیخوپورہ:** اشعر بن داؤد، محمد احتشام کاظم ◉ **لاہور کینٹ:** عائشہ مجید، سلمان فرحان ◉ **راولپنڈی:** عبدالرحمٰن، محمد احمد ◉ **پنڈ دادن خان:** راجا ثاقب محمود جنجوعہ ◉ **میرپورخاص:** عشا منیر، حفصہ نادر خان ◉ **عمرکوٹ:** فضا علی بلوچ ◉ **گھوٹکی:** عائشہ ◉ **کوئٹہ:** محمد میر ◉ **بہاول نگر:** فرحان اشرف ◉ **کھوڑ:** عبدالرحمٰن ◉ **سرگودھا:** سیدہ عارفہ گیلانی ◉ **ڈیرہ اسماعیل خان:** اقرا شمس ◉ **میانوالی:** دانش علی خان ◉ **خوشاب:** نجابت زہرا، ◉ **سکھر:** عائشہ محمد خالد قریشی ◉ **میرپور ماتھیلو:** اویس نور ال گذانی۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

◉ **کراچی:** عرشیہ نوید، محمد کامران عباسی، لائبہ محمود، سہلہ صدیقی، ماہ نور بلوچ، حافظ عزیز علی خان، آمنہ بنت ہارون، ظہورا عدنان، عظمیٰ کنول شبیر حسین، وراسیہ وعبداللہ صدیقی، سہلہ محمد صلاح الدین، محمد اویس عالم، کومل ممتاز، خدیجہ عبدالرزاق، ماہم جمال، وارث شاہد قادری، فہد اصغر شاہ، حافظ عمیرہ، خادم حسین، سلمان حبیب، مریم معین، حفصہ خان، عائشہ جمیل، محمد حارث، محمد عمر عبداللہ، فیصل شکیل ◉ **حیدرآباد:** سمرینہ رضوان احمد، ناعمہ غلام محمد ◉ **حب چوکی (بلوچستان):** ایم شفیع جاہت بلوچ ◉ **گوادر:** ہارون اللہ بخش ◉ **ٹنڈو آدم:** فیروز مری ◉ **میرپورخاص:** عائشہ عبدالرحمٰن ڈوگر، ایلیا محمود، عالم انصاری ◉ **جھڈو:** رفیدہ سحر ◉ **سکھر:** عثمان احمد ◉ **لاڑکانہ:** سرکشا کماری ◉ **رحیم یار خان:** ثمرین عبدالصمد ◉ **ملتان:** [illegible] صابری ◉ **پنڈ دادن خان:** سیدہ ومین فاطمہ عابدی ◉ **خوشاب:** ثمرہ اشرف ◉ **چدی گھیب (ضلع اٹک):** [illegible]

نونہال لغت

لفظ	تلفظ	معنی
پیٹ کاٹنا	پے ٹ کا ٹ نا	خود کو بھوکا رکھ کر یا کم کھا کر دوسرے کو کھلانا۔
تیرگی	تِ ی رَ گِی	سیاہی۔ اندھیرا۔ دھندلا پن۔
حرزِ جاں	حِ رْ زے جاں	بہت احتیاط سے رکھنا۔ بہت عزیز۔
انحصار	اِ نْ حِ صا ر	گھرنا۔ دارومدار۔ منحصر ہونا۔ حلقہ۔
ازالہ	اِ زا لہ	زائل کرنا۔ دور کرنا۔ ہٹانا۔ مٹانا۔ الگ کرنا۔
کدورت	کُ دُو رَ ت	گدلا پن۔ غبار۔ دل کا ملال۔ رنجش۔ کینہ۔
مروت	مُ رَ وْ وَ ت	لحاظ۔ رعایت۔ اخلاق۔ انسانیت۔
جنون	جُ نُ و ن	دیوانگی۔ پاگل پن۔ عشق۔ غصہ۔ طیش۔
اِقدام	اِ قْ دا م	پیش قدمی۔ آگے بڑھنا۔ آگے قدم بڑھانا۔
اَقدام	اَ قْ دا م	قدم کی جمع۔
انسداد	اِ نْ سِ دا د	روک۔ ممانعت۔ بندش۔
خواندہ	خا نْ دَ ہ	پڑھا ہوا۔ تعلیم یافتہ۔
خوانندہ	خوا نِ نْ دَ ہ	پڑھنے والا۔ طالب علم۔ نقیب۔
خوں خوار	خُو نْ خا ر	ظالم۔ ستم گر۔ جلاد۔ غصے میں بھرا ہوا۔ بے رحم۔ سفاک۔
عرشہ	عَ رْ شہ	بحری جہاز کی چھت۔
ازبر	اَ زْ بَ ر	زبانی یاد کرنا۔ حفظ کرنا۔
تلقین	تَ لْ قِی ن	نصیحت۔ سمجھانا۔ تعلیم دینا۔ ہدایت۔
نخلستان	نَ خْ لِ سْ تا ن	ریگستان میں وہ مقام جہاں بہت سے درخت ہوں۔ کھجور کے درختوں کا جنگل۔